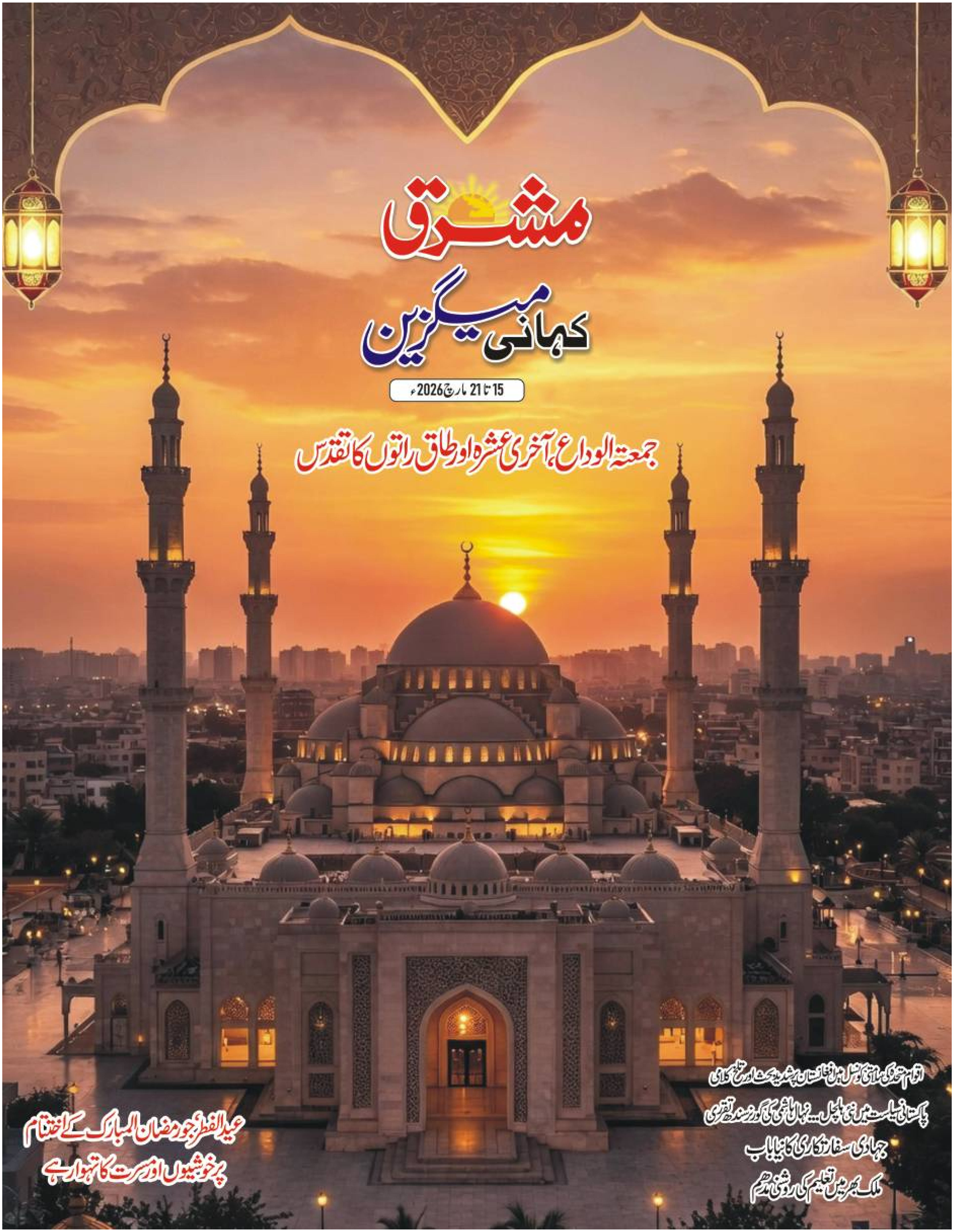
مشرق
کہانی میگزین
15 تا 21 مارچ 2026ء
جمعۃ الوداع، آخری عشرہ اور طاق راتوں کا تقدس
اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں افغانستان پر شدید بحث اور تلخ کلامی
پاکستانی سیاست میں نئی ہلچل... نہال ہاشمی کی گورنر سندھ تقرری
جہادی سفارتکاری کا نیا باب
ملک بھر میں تعلیم کی روشنی مدھم
عیدالفطر جو رمضان المبارک کے اختتام
پر خوشیوں اور مسرت کا تہوار ہے

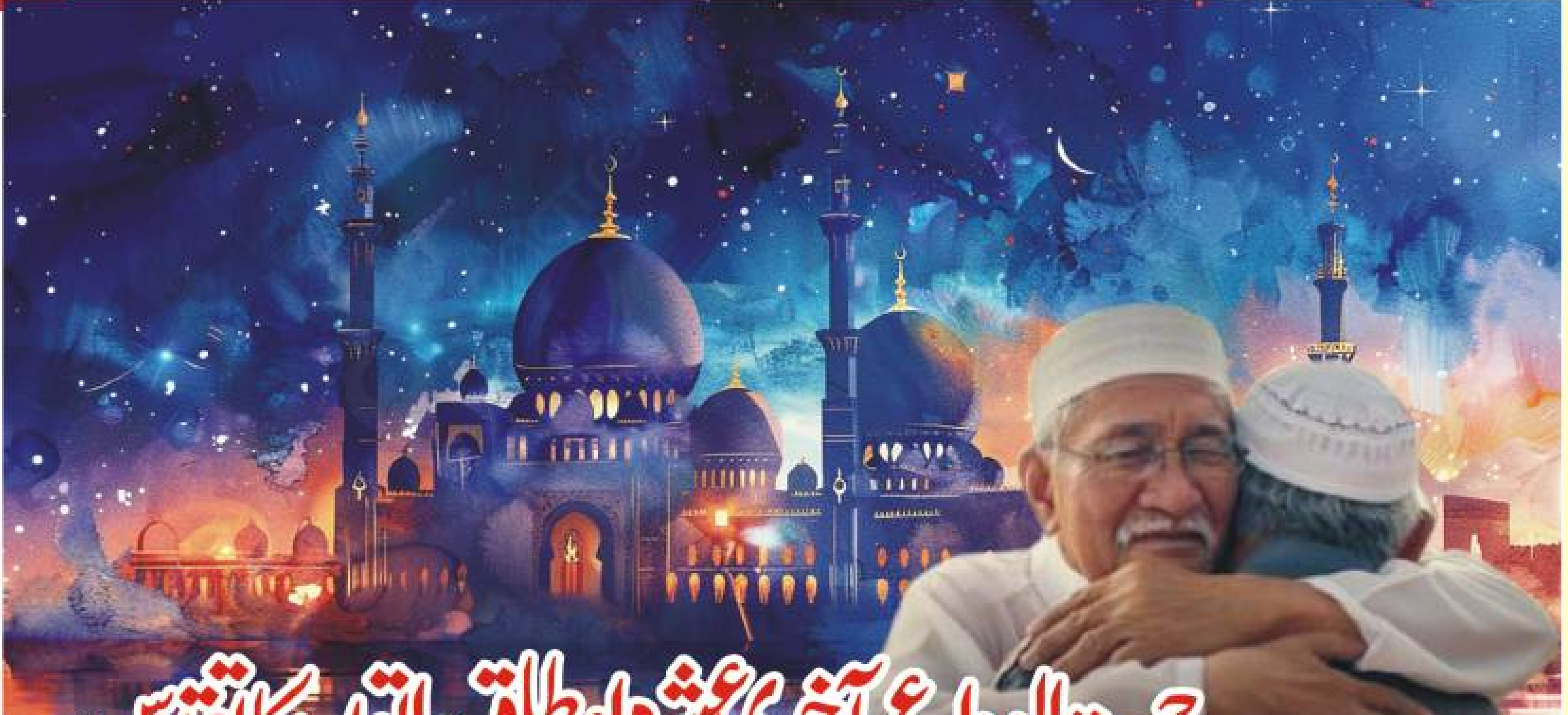

جمعتہ الوداع، آخری عشرہ اور طاق راتوں کا تقدس

رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے ایک عظیم رحمت، مغفرت، برکت اور جہنم سے نجات کا موسم ہے

تحریر: خرم شہزاد

رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے ایک عظیم رحمت، مغفرت، برکت اور جہنم سے نجات کا موسم ہے جو ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں گہرے اور جامع سبق دیتا ہے کہ دنیا کی عارضی لذتوں سے بالاتر ہو کر آخرت کی تیاری کریں، نفس کی اصلاح کریں، اللہ کی اطاعت میں مکمل غلامی اختیار کریں، صبر و استقامت کی تربیت حاصل کریں، تقویٰ کی بلند منزل تک پہنچیں، ہمدردی اور ایثار کا جذبہ پیدا کریں، قرآن مجید سے رشتہ استوار کریں، نیکیوں میں اضافہ کریں، گناہوں سے توبہ کریں، اور ہر عمل کو احتساب کے ساتھ انجام دیں تاکہ حقیقی کامیابی ملے۔ اس مہینے میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جو صرف بھوک اور پیاس کی تکلیف نہیں بلکہ ایک مکمل تربیتی نظام ہے جس سے انسان اپنے نفس پر قابو پاتا ہے۔

رمضان المبارک اللہ رب العزت کا امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم ہے اس بابرکت و مقدس مہینے میں فرض عبادات کا اجر و ثواب معمول کی عبادات سے زائد ہے۔ جمعہ ان فرائض میں سے ایک فرض ہے جس کی تلقین باری تعالیٰ نے کلامِ مقدس میں واضح الفاظ میں فرمادی ہے۔ جس طرح رمضان المبارک کے مقدس و پاک مہینے میں ہمارے لیے پروردگارِ عظیم باقی فرائض کا اجر و ثواب بڑھاتے ہیں اس طرح رمضان المبارک کے جمعہ کا اجر و ثواب بھی بہت زائد ہے اور خاص طور پر اگر جمعہ بھی جمعتہ الوداع ہو تو روایات میں ذکر ہے کہ صحابہ کرامؓ باقاعدہ گریہ فرمایا کرتے تھے جب رمضان کا مقدس و بابرکت مہینہ اختتام کی اوڑھ بڑھ رہا ہوتا تھا۔ ان کی پاکیزہ آنکھوں سے نکلنے والے آنسو رمضانِ پاک سے ان کی محبت و چاہت کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ آنسو اس لیے تھے کہ دوبارہ انہیں یہ مقدس و پاک مہینہ دیکھنا نصیب ہوگا کہ نہیں۔ جمعتہ الوداع کی اہمیت اس لیے بھی بہت ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے میں آتا ہے اور اللہ رب العزت نے تاجدارِ نبوت و کائناتؐ کے توسط سے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ایک ایسی رات بھی رکھی ہے جسے کلامِ الٰہی نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ جس طرح آخری عشرہ کی راتیں مبارک و متبرک ہیں اسی طرح آخری عشرہ کے دن بھی شاندار رحمت سے بھرپور ہیں۔ وداع کا لفظی معنی ہوتا ہے "بھیجنا یا رخصت کرنا" چونکہ امتِ محمدیہ شدت سے رمضان کا انتظار کرتے ہیں اور جب اسے وداع کرنے کا وقت قریب آتا ہے تو ان کی آنکھیں لبریز ہو جاتی ہیں۔ نماز جمعہ کی اہمیت کا کلامِ پاک میں واضح حکم موجود ہے اس لیے جمعتہ الوداع اہلِ ایمان کو مزید غمگین اور افسردہ کر دیتا ہے کہ اب اس سال دوبارہ انہیں یہ بابرکت و عظیم دن نصیب نہیں ہوگا اور ایسے عظیم الشان دن کو پانے کے لیے انہیں پھر سے ایک سال طویل انتظار کرنا ہوگا۔

رمضان میں انسان جھوٹ، غیبت، بدکلامی، اور ہر قسم کی برائی سے بچتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار جھوٹ اور برے اعمال نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ مہینہ ہمیں صبر کا سبق دیتا ہے کہ جب بھوک پیاس کی شدت ہو تو بھی اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرو، جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان میں شدید گرمی اور بھوک میں بھی عبادت کرتے تھے اور صبر کی بدولت جنت کے مستحق بنتے تھے۔

تقویٰ کا درس یہ ہے کہ اللہ کا ڈر دل میں پیدا ہو، چھپے اور کھلے گناہوں سے بچو، کیونکہ روزہ تقویٰ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے کہ روزہ رکھو تاکہ تم متقی بنو۔ رمضان ہمیں قرآن مجید کا سبق دیتا ہے کیونکہ اسی مہینے میں اللہ نے قرآن نازل کیا، لیلۃ القدر جیسی رات عطا کی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس لیے اس مہینے میں قرآن کی کثرت سے تلاوت، تدبر اور عمل کرنا چاہیے تاکہ دل روشن ہو، گناہ معاف ہوں اور اجر کئی گنا بڑھ جائے۔

رمضان ہمیں دنیا کی فانی ہونے کا سبق بھی دیتا ہے کہ یہ مہینہ گزر جاتا ہے جیسے زندگی گزر رہی ہے، اس لیے ہر لمحے کو اللہ کی یاد میں گزارو، احتساب کرو کہ کل قیامت میں کیا جواب دوگے۔ یہ مہینہ معاشرتی اصلاح کا سبق دیتا ہے کہ رشتے مضبوط کرو، جھگڑے چھوڑو، محبت پھیلاؤ، کیونکہ جمعتہ الوداع یعنی رمضان کا آخری جمعہ خاص طور پر دعا، استغفار اور اللہ سے جہنم سے نجات مانگنے کا دن ہے جس میں لاکھوں فرشتے دعا قبول ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔

رمضان ہمیں صحت کا سبق بھی دیتا ہے کہ روزہ جسم کو detox کرتا ہے، دل کی بیماریاں کم کرتا ہے، وزن کنٹرول کرتا ہے، مگر سب سے بڑھ کر روحانی صحت دیتا ہے۔ یہ مہینہ توبہ کا سبق دیتا ہے کہ گناہوں سے پلٹ آؤ، اللہ سے معافی مانگو، کیونکہ رمضان میں توبہ قبول ہوتی ہے اور شیطان بندھے ہوتے ہیں۔ رمضان ہمیں جنت کی طرف بلاتا ہے کہ جو اس مہینے میں نیکی کرے گا اسے جنت کے دروازے کھلے ملیں گے اور جہنم کے دروازے بند۔ یہ مہینہ امتِ مسلمہ کی وحدت کا سبق دیتا ہے کہ سب ایک ساتھ روزہ رکھیں، ایک ساتھ افطار کریں، ایک ساتھ عید منائیں۔ یہ مہینہ اللہ کی رحمت کا سبق دیتا ہے کہ اللہ نے ایک مہینہ خاص کر کے ہمیں گناہوں سے پاک ہونے کا موقع دیا جو سابقہ امتوں کو نہیں ملا۔ رمضان ہمیں احسان کا سبق دیتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ یہ مہینہ دعا کا سبق دیتا ہے کہ ہر وقت دعا مانگو خاص کر سحری اور افطار کے وقت۔ رمضان ہمیں خلوص کا سبق دیتا ہے کہ نیکیاں صرف اللہ کے لیے کرو، ریاکاری سے بچو۔ یہ مہینہ صلہ رحمی کا سبق دیتا ہے کہ رشتہ داروں سے ملنا، ان کی مدد کرنا یہ مہینہ ہمیں سب کچھ سکھاتا ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو۔

رمضان المبارک میں غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کا خاص خیال رکھنا اسلام کا ایک اہم ترین حکم اور رمضان کا سب سے بڑا عملی درس ہے کیونکہ جب روزہ دار خود بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے تو اسے دوسروں کی تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ ان کی مدد کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شہر المواسات ہے یعنی غم خواری کا مہینہ، اس لیے اس مہینے میں غریبوں کو افطار کروانا، انہیں کھانا کھلانا، ان کے گھروں میں سامان پہنچانا، یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا، ان کی کفالت کرنا، مسکینوں کو لباس دینا، ان کی بیماری میں دوا مہیا کرنا، ان کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا بہت بڑی نیکی ہے جو اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے اور روزوں کا اجر بڑھاتی ہے۔ غریبوں کی مدد سے نہ صرف ان کا پیٹ بھرتا ہے بلکہ روزہ دار کا دل بھی پاک ہوتا ہے، رزق میں برکت آتی ہے، اور آخرت میں جنت کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ اسی لیے رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے جو صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے اور اس کا حساب کتاب رمضان سے پہلے یا اس میں کر لینا بہتر ہے کیونکہ رمضان میں زکوٰۃ دینے سے اجر میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے، زکوٰۃ کا مطلب پاکیزگی ہے جو مال کو پاک کرتی ہے، غریبوں کا حق ادا کرتی ہے، معاشرے میں مساوات پیدا کرتی ہے، حسد اور بغض ختم کرتی ہے، اور اللہ کی رضا حاصل کرتی ہے۔ زکوٰۃ کی شرح سونا چاندی، نقدی، تجارت کے مال، زرعی پیداوار، مویشیوں پر مقرر ہے اور اسے غریبوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، قرض داروں، اللہ کے راستے میں، اور دل جیتنے والوں کو دینا چاہیے تاکہ وہ سوال سے بے نیاز ہو جائیں۔

عید الفطر کا یہ بابرکت دن خوشی، مسرت، اللہ کی نعمتوں کا شکر اور باہمی محبت کا دن ہے جہاں ہمیں ایک دوسرے سے گلے مل کر سارے شکوے، رنجشیں، دشمنیاں، دل کی کدورتیں، جھگڑے اور ناراضگیاں چھوڑ دینا چاہییں کیونکہ کیا معلوم کہ اگلی عید تک یہ دنیا سے کون چلا جائے، کون زندہ رہے، موت کا کوئی ٹھیکہ نہیں، اس لیے آج ہی معاف کر دو، گلے مل لو۔ معافی مانگو، معاف کر دو، ایک دوسرے سے محبت، نرمی، احترام اور خوشی سے پیش آؤ تاکہ دل صاف ہوں، رشتے مضبوط ہوں، اور اللہ کی رضا حاصل ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے ناراض نہ رہو، عید کے دن تو بالکل بھی نہیں، اس دن سب کو گلے ملنا سنت ہے، آپؐ خود صحابہ سے گلے ملتے، انہیں معاف کرتے، اور فرماتے کہ اللہ تم سب کو معاف کرے۔ عید کا یہ موقع ہے کہ پرانے زخم بھر دو، دل کی بھڑاس نکال دو، بھول جاؤ کہ کس نے کیا کہا، کس نے کیا کیا، کیونکہ زندگی بہت مختصر ہے، موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے، اگلی عید شاید تم میں سے ایک بھی نہ ہو، اس لیے آج ہی سب رنجشیں بھلا دو، بچوں کو گلے لگاؤ، بڑوں کا ہاتھ چومو، رشتہ داروں سے مل لو، پڑوسیوں کو مبارکباد دو، دشمن کو بھی معاف کر دو اگر وہ آئے تو۔ محبت سے پیش آنا چاہیے کیونکہ اللہ محبت کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، درگزر کرنے والوں کو جنت دیتا ہے، اور قیامت کے دن انہی لوگوں کی سفارش ہوگی جو ایک دوسرے کو معاف کرتے تھے۔ عید کے دن گلے ملنے سے دل میں نور آتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں، اور فرشتے اسے لکھتے ہیں۔ سب رنجشیں بھلا دینا چاہیے کیونکہ رنجش شیطان کا ہتھیار ہے جو رشتوں کو توڑتی ہے، دل کو زنگ آلود کرتی ہے، اور آخرت میں نقصان دیتی ہے۔ عید پر ایک دوسرے سے پیش آنا چاہیے کہ سب خوش رہیں، کوئی اداس نہ رہے، غریب امیر سب ایک جیسے، کوئی تفریق نہ ہو۔ یہ دن اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا دن ہے کہ رمضان گزر گیا، روزے قبول ہوئے، لیلۃ القدر ملی، تو اب خوشی مناؤ مگر خوشی حلال طریقے سے، گناہ نہ کرو۔ عید کے دن گلے ملنے کی سنت پر عمل کرو، دعا کرو کہ اللہ اگلی عید تک سب کو صحت دے، اور اگر کوئی نہ رہا تو اس کی مغفرت کرے۔ ہمیں ایک دوسرے سے محبت سے پیش آنا چاہیے کیونکہ محبت سے معاشرہ قائم رہتا ہے، امن آتا ہے، برکت آتی ہے۔ سب رنجشیں بھلا دینا چاہیے کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ معاف کرو تو میں بھی معاف کروں گا۔ عید کا یہ پیغام ہے کہ دل صاف کرو، نیا آغاز کرو، رمضان کی تربیت کو زندگی میں جاری رکھو۔ اللہ ہمیں سب کو عید کی خوشی مکمل عطا کرے، ایک دوسرے سے محبت عطا کرے، رنجشیں بھلانے کی توفیق دے، اور جنت میں ایک دوسرے سے ملنے کی سعادت دے۔ آمین یا رب العالمین۔

☆......☆

> **عید الفطر کا یہ بابرکت دن خوشی، مسرت، اللہ کی نعمتوں کا شکر اور باہمی محبت کا دن ہے جہاں ہمیں ایک دوسرے سے گلے مل کر سارے شکوے، رنجشیں، دشمنیاں، دل کی کدورتیں، جھگڑے اور ناراضگیاں چھوڑ دینا چاہییں کیونکہ کیا معلوم کہ اگلی عید تک یہ دنیا سے کون چلا جائے، کون زندہ رہے، موت کا کوئی ٹھیکہ نہیں، اس لیے آج ہی معاف کر دو، گلے مل لو**

سیاسی ڈائری

جعفر خان ترین

پاکستانی سیاست میں نئی ہلچل... نہال ہاشمی کی گورنر سندھ تقرری

نواز شریف کے وفادار ساتھی نہال ہاشمی کی بطور گورنر تقرری اور ایم کیو ایم کی حکومت سے علیحدگی کی دھمکی، سندھ میں اس تبدیلی کی وجوہات کیا ہیں؟

پاکستان کی سیاست میں ایک نئی فصل کا آغاز ہوتا دکھائی دے رہا ہے جب صدر آصف علی زرداری نے وزیر اعظم شہباز شریف کی سفارش پر نہال ہاشمی کو سندھ کا نیا گورنر مقرر کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ یہ فیصلہ نہ صرف وفاقی حکومت کی داخلی حکمت عملی کا عکاس ہے بلکہ صوبائی سیاست کے پیچیدہ دھاگوں کو بھی نمایاں کرتا ہے جہاں اتحادی جماعتوں کے درمیان توازن برقرار رکھنا ایک مستقل چیلنج رہا ہے۔ اس تقرری سے پہلے وزیر اعظم ہاؤس نے جمعرات کے روز ایک سرکاری بیان جاری کیا تھا جس میں واضح طور پر بتایا گیا کہ شہباز شریف نے نہال ہاشمی کو سندھ کے گورنر کے عہدے پر فائز کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے اور اس سلسلے میں صدر مملکت کو منظوری کے لیے سمری بھیج دی گئی تھی۔ اس بیان کے فوراً بعد وزیر اعظم شہباز شریف نے نہال ہاشمی سے ایک خصوصی ملاقات بھی کی اور انہیں اس اہم منصب پر تعیناتی کی مبارکباد پیش کی۔ یہ ملاقات نہ صرف ایک رسمی عمل تھی بلکہ اس میں سیاسی اتحادوں کی مضبوطی اور مستقبل کی راہ ہموار کرنے کے پیغامات بھی شامل تھے۔ موجودہ گورنر کامران خان ٹیسوری جو متحدہ قومی موومنٹ پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بھی اس پیشرفت پر فوری ردعمل دیا اور نہال ہاشمی کو مبارکباد پیش کی۔ ایک تقریب کے دوران صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کامران ٹیسوری نے کہا کہ انہوں نے یہ خبر ٹی وی پر دیکھی تھی اور ان کا موقف یہ تھا کہ کوئی بھی شخص ساری زندگی ایک ہی عہدے پر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے خود کو گونگا بہرا اور ڈمی گورنر قرار دینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ وزیر اعظم کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور نہال ہاشمی کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ پونے چار سالوں میں شروع کیے گئے کاموں کو آگے بڑھائیں۔ یہ بیان نہ صرف ذاتی احترام کا مظہر تھا بلکہ سیاسی تبدیلیوں کو قبول کرنے کی ایک مثال بھی پیش کرتا ہے جو پاکستان کی پارلیمانی سیاست میں اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔

کراچی سے تعلق رکھنے والے 66 سالہ نہال ہاشمی کی شخصیت سیاست کے ایک طویل سفر کی کہانی بیان کرتی ہے۔ وہ کئی دہائیوں سے مسلم لیگ ن سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور نواز شریف کے وفادار ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف کے دور میں وہ قانون و انصاف کے مشیر رہے اور کراچی میں مسلم لیگ ن کے صدر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ مارچ 2015 سے فروری 2018 تک وہ سینیٹر کے عہدے پر فائز رہے اور اس دوران قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کیا۔ تاہم ان کی سیاسی زندگی میں ایک اہم موڑ فروری 2018 میں آیا جب پاکستان کی سپریم کورٹ نے انہیں توہین عدالت کے جرم میں ایک ماہ قید اور پچاس ہزار روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں پانچ سال کے لیے کسی بھی عوامی عہدے پر فائز ہونے کے لیے نااہل قرار دیا گیا۔ یہ سزا ایک ویڈیو کی بنیاد پر دی گئی تھی جس میں نہال ہاشمی پاناما لیکس کیس کی تحقیق کرنے والی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم اور سپریم کورٹ کو دھمکیاں دیتے دکھائی دے رہے تھے۔ ویڈیو کے سامنے آنے کے بعد مسلم لیگ ن نے اسے نہال ہاشمی کی ذاتی رائے قرار دیا اور نواز شریف نے انہیں سینیٹر کی نشست سے مستعفی ہونے کا کہا جس کے نتیجے میں ان کی پارٹی رکنیت بھی معطل کر دی گئی۔ ابتدائی طور پر نہال ہاشمی نے استعفیٰ جمع کرا دیا تھا لیکن بعد میں چیئرمین سینیٹ رضا ربانی سے استعفے کی واپسی کی درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ یہ واقعہ نہال ہاشمی کے جذباتی مزاج کی نشاندہی کرتا ہے جو انہیں پارٹی میٹنگز میں بعض اوقات ایسی باتیں کرنے پر مجبور کر دیتا تھا جس سے دوسرے شرکا کو بھی خفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ تاہم ان کی نواز شریف کے ساتھ دیرینہ وابستگی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ 1999 کی فوجی بغاوت کے بعد جب پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا تو سندھ بالخصوص کراچی میں مسلم لیگ ن کے حامیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اکثر یا تو جیل میں تھے یا چھپے پھرتے تھے۔ اس مشکل وقت میں نہال ہاشمی جو کراچی کی ذیلی عدالتوں میں وکالت کرتے تھے طیارہ ہائی جیکنگ کیس میں نواز شریف کی عدالت حاضری کے موقع پر ان کے ساتھ کھڑے رہے۔ یہ وفاداری ان کی سیاسی شناخت کا بنیادی ستون بنی رہی۔

سندھ میں اس گورنر کی تبدیلی پر مختلف اتحادی جماعتوں کے ردعمل نے سیاسی منظرنامے کو مزید دلچسپ بنا دیا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اس فیصلے کی مکمل تائید کی ہے۔ پی پی پی کی ترجمان سعدیہ جاوید نے کہا کہ گورنر کی تقرری وفاقی حکومت کا استحقاق ہے اور عام انتخابات کے بعد پی پی پی اور مسلم لیگ ن کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے کے مطابق دو صوبوں میں پی پی پی اور دو میں مسلم لیگ ن کے گورنر ہونے چاہئیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ تین صوبوں میں یہ معاہدہ نافذ ہو چکا تھا اور سندھ میں بھی اس پر عملدرآمد ہونا چاہیے تھا۔ پی پی پی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے بھی نہال ہاشمی کو مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ ان کا سیاسی تجربہ صوبے کی خدمت میں خوش اسلوبی سے استعمال ہوگا۔ دوسری جانب متحدہ قومی موومنٹ پاکستان نے شدید ناراضی کا اظہار کیا۔ ایم کیو ایم کے سینئر رہنما ڈاکٹر فاروق ستار نے کہا کہ گورنر کا آئینی عہدہ ایم کیو ایم کا حق ہے اور اس سے محروم کرنا یکطرفہ فیصلہ ہے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ایسے فیصلے کے بعد حکومت میں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہتا اور جماعت کو فوری طور پر وفاقی حکومت سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ فاروق ستار نے یہ بھی یاد دلایا کہ سندھ کا گورنر ہمیشہ سے ایم کیو ایم کا ہوتا آیا ہے۔ یہ دھمکی نہ صرف ایم کیو ایم کی روایتی طاقت کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ اس کے زوال اور موجودہ کمزوری کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

تجزیہ کاروں نے اس تبدیلی کی گہری وجوہات پر روشنی ڈالی ہے۔ مشہور تجزیہ کار مظہر عباس کے مطابق کامران ٹیسوری کو ہٹانے کی فوری وجہ گورنر ہاؤس میں ہونے والی ایک حالیہ تقریب تھی جس میں وفاق سے کراچی کے معاملات میں مداخلت کا مطالبہ کیا گیا اور کراچی کو وفاق کے حوالے کرنے کی بات کی گئی۔ اس تقریب کی تقاریر اور مطالبات کے خلاف سندھ اسمبلی نے ایک قرارداد بھی پاس کی تھی۔ پی پی پی نے براہ راست وفاق کو پیغام دیا کہ کامران ٹیسوری اب قبول نہیں۔ مظہر عباس کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ انتظامی سے زیادہ سیاسی تھا۔ دوسرے تجزیہ کار عامر ضیا نے کہا کہ پی پی پی کامران ٹیسوری کے ایکٹوزم سے خوش نہیں تھی اور مسلم لیگ ن پر دباؤ ڈال رہی تھی۔ ان کا خیال ہے کہ پی پی پی سمجھتی تھی کہ گورنر ہاؤس ایم کیو ایم کے زیر اثر ہے۔ سہیل رب خان جو ایم کیو ایم اور سندھ کی سیاست پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ گل پلازہ میں آگ لگنے کے واقعے کے بعد گورنر ہاؤس میں ایم کیو ایم رہنماؤں کا اجلاس ہوا تھا جس میں سندھ میں نیا صوبہ بنانے کی بات کی گئی۔ یہ تجویز نہ پی پی پی کو پسند آئی اور نہ ہی قوم پرست جماعتوں کو۔ ڈاکٹر قادر مگسی نے تو جناح گراؤنڈ میں احتجاج کا اعلان بھی کیا۔ سہیل رب خان کے مطابق صدر آصف زرداری نے خود اس معاملے میں دلچسپی لی اور یہی اصل وجہ کامران ٹیسوری کی تبدیلی کی بنی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایم کیو ایم پاکستان واقعی حکومت سے علیحدگی کی دھمکی پر عمل کر سکتی ہے؟ ڈاکٹر فاروق ستار کا بیان تو سخت ہے لیکن تجزیہ کاروں کا ماننا ہے کہ ایم کیو ایم اب پہلے جیسی طاقت نہیں رکھتی۔ سہیل رب خان کہتے ہیں کہ ماضی میں بھی ایسے بیانات آتے رہے لیکن عمل نہیں ہوا۔ گورنر کی تبدیلی کے بعد نہ کوئی بڑی پریس کانفرنس ہوئی نہ ہنگامی اجلاس۔ صرف فاروق ستار کا بیان آیا جو کامران ٹیسوری کے ذاتی دوست بھی ہیں۔ مظہر عباس کا کہنا ہے کہ ایم کیو ایم اس وقت سخت فیصلہ لینے کی پوزیشن میں نہیں۔ جماعت کے اندر دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ حکومت سے نکل جائیں دوسری یہ کہ وزراء عہدوں سے مستعفی ہو جائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احتجاج تو ریکارڈ ہوگا لیکن مخالفت نہیں کی جائے گی۔ وفاقی وزیر طارق فضل چوہدری نے کہا کہ ایم کیو ایم سے مشاورت ہوئی تھی اور ان کے تحفظات دور کیے جائیں گے۔ نہال ہاشمی سے ملاقات میں ایم کیو ایم رہنما ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی کو بھی بلایا گیا تھا لیکن وہ کراچی میں ہونے کی وجہ سے نہیں آ سکے۔

اس پورے واقعے کو سمجھنے کے لیے پاکستان کی وفاقی ساخت اور صوبائی خودمختاری کے تاریخی پس منظر کو دیکھنا ضروری ہے۔ گورنر کا عہدہ آئین کے مطابق وفاقی نمائندہ ہے لیکن صوبائی سیاست میں یہ کردار اکثر تنازعات کا مرکز بن جاتا ہے۔ سندھ میں ایم کیو ایم کی موجودگی ہمیشہ سے ایک الگ شناخت رہی ہے۔ 1980 کی دہائی سے کراچی کی سیاست پر اس کا غلبہ رہا۔ پی پی پی کی صوبائی حکومت اور ایم کیو ایم کے درمیان اتحاد اور ٹکراؤ کی لمبی تاریخ ہے۔ مسلم لیگ ن کی سندھ میں رسوخ محدود رہا ہے لیکن وفاقی سطح پر اس کی طاقت نے اسے سندھ کے معاملات میں مداخلت کا موقع دیا۔ نہال ہاشمی کی تقرری اسی مداخلت کی ایک کڑی ہے۔ ان کی شخصیت متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے اور ان کا نواز شریف سے رشتہ جذباتی وفاداری پر مبنی ہے۔ تاہم ان کا جذباتی پن جو کبھی فائدہ مند ثابت ہوا کبھی نقصان دہ بھی۔ پاناما کیس میں جے آئی ٹی کو دھمکی دینے والی ویڈیو اسی جذباتی پن کا نتیجہ تھی جس نے ان کی سیاسی زندگی کو ایک عرصے کے لیے متاثر کیا۔ اب پانچ سال کی نااہلی کی مدت ختم ہونے کے بعد ان کی واپسی ایک نئی شروعات ہے۔

سندھ کی سیاست میں یہ تبدیلی صرف ایک عہدے کی تبدیلی نہیں بلکہ اتحادی حکومت کی استحکام کی آزمائش بھی ہے۔ پی پی پی اور مسلم لیگ ن کے درمیان 2024 کے انتخابات کے بعد طے پانے والا معاہدہ ابھی تک چل رہا ہے لیکن ایم کیو ایم کی ناراضی اسے کمزور کر سکتی ہے۔ اگر ایم کیو ایم نے حکومت چھوڑ دی تو وفاقی حکومت کو نئی اتحادی تلاش کرنے پڑیں گے۔

(باقی صفحہ 15 پر)

> سیاسی طور پر یہ فیصلہ مسلم لیگ ن کی سندھ میں رسوخ بڑھانے کا بھی حصہ ہے۔ نواز شریف کی پارٹی سندھ میں کمزور رہی ہے۔ نہال ہاشمی کی تقرری اسے مضبوط کرے گی۔ پی پی پی کو بھی فائدہ کیونکہ ان کا سمجھوتہ نافذ ہوا۔ ایم کیو ایم کی مستقبل کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ شاید وہ احتجاج کرے گی لیکن حکومت نہیں چھوڑے گی

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں افغانستان پر شدید بحث اور تلخ کلامی

پاکستان، بھارت اور افغان نمائندوں کے درمیان تلخ کلامی، دہشت گردی اور خودمختاری کے الزامات کا تبادلہ

دنیا کو ایسے ملک سے لیکچر لینے کی ضرورت نہیں جو مسلسل بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے، پاکستان کے مستقل سفیر عاصم افتخار احمد کا انڈین نمائندے کے بیانات پر کرارا جواب

مقصود خالد

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں 9 مارچ 2026 کو افغانستان کی صورتحال پر ہونے والے اجلاس نے جنوبی ایشیا کی پیچیدہ جغرافیائی سیاسی کشمکش کو ایک بار پھر عالمی فورم پر نمایاں کر دیا، جہاں پاکستان، بھارت اور افغان نمائندوں کے درمیان شدید تنقید اور جوابی بیانات کا سلسلہ چلا، جس نے خطے میں جاری سرحدی تناؤ، دہشت گردی کے خطرات، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور بین الاقوامی قوانین کی پاسداری جیسے اہم مسائل کو اجاگر کیا۔ یہ بحث ایسے وقت میں ہوئی جب فروری 2026 کے آخر میں پاکستان کی جانب سے افغان سرزمین پر مبینہ دہشت گرد ٹھکانوں پر فضائی حملوں نے پاکستان اور طالبان انتظامیہ کے درمیان کشیدگی کو عروج پر پہنچا دیا تھا، جس کے نتیجے میں دونوں اطراف سے جوابی کارروائیاں، شہری ہلاکتیں اور علاقائی استحکام کے لیے سنگین خدشات کا اظہار کیا گیا۔

پاکستان کے مستقل نمائندہ سفیر عاصم افتخار احمد نے اجلاس میں اپنے بیان میں واضح کیا کہ پاکستان کے انسداد دہشت گردی کے اقدامات افغان عوام کے خلاف نہیں بلکہ افغان سرزمین سے جنم لینے والے سنگین خطرات کو روکنے کے لیے ناگزیر ہیں، جو پاکستان میں شہریوں، سیکورٹی فورسز اور بنیادی ڈھانچے کو مسلسل نشانہ بنا رہے ہیں، اور یہ اقدامات خود دفاع کے حق اور بین الاقوامی قوانین کے دائرے میں مکمل طور پر جائز ہیں۔

پاکستان کے مستقل سفیر عاصم افتخار احمد نے انڈین نمائندے کے بیانات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ دنیا کو ایسے ملک سے لیکچر لینے کی ضرورت نہیں جو مسلسل بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ انھوں نے انڈیا پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انڈیا ایک ایسی ریاست ہے جو غیر قانونی قبضے، اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی، کشمیر میں ریاستی دہشت گردی، اقلیتوں کو نشانہ بنانے اور جھوٹے پروپیگنڈے کو ریاستی پالیسی کے طور پر استعمال کرنے کی مرتکب ہے۔'

سفیر نے افغان نمائندے فائق نصیر کے بیان پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ حقیقی طور پر افغان عوام کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ ذاتی ایجنڈے کے تحت فورم کا غلط استعمال کر رہے ہیں، اور انہوں نے کراس بارڈر دہشت گردی کے سنگین اثرات کا ذکر تک نہیں کیا جو پاکستان کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ طالبان نے مفاہمت کی متعدد پیشکشوں کے باوجود تعاون نہیں کیا اور آج افغانستان مختلف دہشت گرد گروہوں اور ان کے نیٹ ورکس کی پناہ گاہ بن چکا ہے، جہاں بعض عناصر کی ملی بھگت اور فعال حمایت سے خطے کے ممالک متاثر ہو رہے ہیں، اور اگر یہ سرحد پار حملے جاری رہے تو اثرات پورے علاقے میں پھیل سکتے ہیں جس کے لیے پاکستان خاموش تماشائی نہیں بن سکتا۔ بھارتی نمائندے پر شدید تنقید کرتے ہوئے سفیر عاصم افتخار احمد نے کہا کہ انڈیا کی جانب سے افغانستان کی سکیورٹی صورتحال پر طویل بیان دینے کے باوجود افغان سرزمین سے پاکستان کو نشانہ بنانے والے دہشت گرد خطرے کا ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا گیا، جو انڈیا کی مبینہ شراکت داری اور ملی بھگت کی وجہ سے ہے، اور پاکستان نے اس حوالے سے ناقابل تردید شواہد پیش کیے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان کے موثر اقدامات نے انڈیا کی افغان سرمایہ کاری اور خطے میں رکاوٹ ڈالنے والے کردار کو ناکام بنا دیا ہے، اور عالمی برادری کو ایسے ملک سے لیکچر لینے کی ضرورت نہیں جو خود بین الاقوامی قوانین کی مسلسل خلاف ورزی، غیر قانونی قبضے، اقوام متحدہ کی قراردادوں کی نافرمانی، کشمیر میں ریاستی دہشت گردی، اقلیتوں پر ظلم اور جھوٹے پروپیگنڈے کو ریاستی پالیسی کا حصہ بنائے ہوئے ہے۔

افغان نمائندے کی طالبان کی پالیسیوں پر شدید تنقید

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں افغان نمائندے فائق نصیر نے کہا کہ طالبان کے اقتدار کے تقریباً پانچ سال بعد بھی افغانستان شدید انسانی، معاشی اور سیاسی بحران کا شکار ہے۔ انھوں نے کہا کہ طالبان کی پالیسیوں کے نتیجے میں خواتین اور لڑکیوں کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا اور انھیں عملی طور پر عوامی زندگی سے باہر کر دیا گیا جبکہ ایک پوری نسل تعلیم اور مواقع سے محروم ہو رہی ہے۔

افغان نمائندے نے یہ بھی الزام لگایا کہ طالبان نے دوحہ معاہدے کے برخلاف افغانستان میں بین الاقوامی دہشت گرد گروہوں کو سرگرمیوں کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا، جو خطے اور عالمی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔ انھوں نے زور دیا کہ افغانستان میں پائیدار امن اور استحکام کے لیے ایک ذمہ دار، جائز اور جامع حکومت ضروری ہے جو افغان عوام کی نمائندگی کرے اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔

اقوام متحدہ میں افغانستان کی صورتحال پر بحث: خواتین پر پابندیاں اور بین الاقوامی تنہائی نے ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالی

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں افغانستان میں خواتین کے حقوق، بین الاقوامی تنہائی، دہشت گردی، پاکستان کے ساتھ سرحدی کشیدگی اور طالبان کی پالیسیوں پر عالمی تشویش ظاہر کی گئی۔

یو این کی نائب مشن ہیڈ جورجٹ گینیون نے کہا کہ طالبان کی بین الاقوامی برادری کے ساتھ سنجیدہ شراکت اور خواتین پر عائد سخت پابندیوں کا فوری خاتمہ افغانستان کی ترقی اور معاشرتی استحکام کے لیے ضروری ہے۔ انھوں نے کہا کہ افغانستان کی بین الاقوامی تنہائی اقتصادی ترقی، سکیورٹی، انسداد دہشت گردی اور انسانی حقوق پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

جورجٹ گینیون نے بتایا کہ طالبان نے اگست 2021 میں اقتدار سنبھالا لیکن بین الاقوامی برادری کے ساتھ محدود روابط رکھے ہیں۔ خواتین کے حقوق محدود کرنے والے قوانین، بڑھتی دہشت گرد سرگرمیاں اور پاکستان کے ساتھ سرحدی جھڑپیں تشویش کا باعث ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یو این کی خواتین ملازمین پر چھ ماہ سے پابندی امدادی کاموں کو متاثر کر رہی ہے اور پابندیوں کے نہ ہٹانے کی صورت میں افغانستان دوبارہ عالمی اور علاقائی عدم استحکام کا باعث بن سکتا ہے۔

امریکہ، فرانس اور دیگر ممالک نے طالبان کی بداعتمادی، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور دوحہ عمل کی افادیت پر سوالات اٹھائے۔ بحرین اور برطانیہ نے کشیدگی کم کرنے اور بات چیت کی ضرورت پر زور دیا جبکہ پاکستان نے کہا کہ طالبان بار بار امن کی پیشکش کے باوجود تعاون نہیں کر رہے اور افغانستان دہشت گرد گروپوں کا مسکن بن چکا۔

ایران اور سابق افغان حکومت کے نمائندے نے بھی طالبان کے دہشت گرد روابط اور بڑھتی خطرناک صورتحال پر خبردار کیا۔

روسی فیڈریشن کے نمائندے نے کہا کہ روس نے افغانستان میں اقوام متحدہ کے مشن کی حمایت کی اور امید ظاہر کی کہ افغان حکومت اور اقوام متحدہ کے اہلکاروں کے درمیان اعتماد میں اضافہ ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ افغان مسائل کو حل کرنے کے لیے مسلسل محنت کی جا رہی ہے اور اس ملک کو ہماری مشترکہ غیر سیاسی مدد کی ضرورت ہے۔ روسی نمائندے نے افغانستان کے لیے جامع اور متوازن نقطہ نظر اپنانے، افغان عوام کی ضروریات کو مدنظر رکھنے اور طالبان کے ساتھ اعتماد پر مبنی مکالمے کی ضرورت پر زور دیا۔ چین نے افغانستان میں بین الاقوامی امداد میں کمی پر تشویش ظاہر کی اور روایتی ڈونرز سے فوری امداد دوبارہ شروع کرنے اور بڑھانے کا مطالبہ کیا۔

پاکستان نے ایک بار پھر طالبان کو مفاہمت کی پیشکشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان اب دہشت گرد گروہوں کا "محفوظ ٹھکانہ" بن چکا ہے، اور اگر سرحد پار حملے جاری رہے تو پورا خطہ متاثر ہوگا۔ پاکستان نے انڈیا سے مطالبہ کیا کہ وہ افغان سرزمین سے دہشت گردی کی حمایت فوری طور پر بند کرے۔ یہ اجلاس واضح کرتا ہے کہ افغانستان اب صرف ایک ملک نہیں بلکہ علاقائی طاقتوں کی کشمکش کا مرکز بن چکا ہے، جہاں انڈیا کا بڑھتا اثر اور پاکستان کی سیکورٹی تشویشات سب سے بڑا تنازعہ ہیں۔ امن اور استحکام کے لیے سب کو ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔

دوسری جانب بھارت کے مستقل نمائندہ پروتھنینی ہریش (HarishParvathanen) نے پاکستان کے فضائی حملوں کو ریاستی خودمختاری کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی قرار دیا، بے گناہ افراد ہلاک ہوئے جن میں خواتین اور بچے شامل تھے، جبکہ ایک لاکھ سے زائد افراد بے گھر ہوئے، جس کی تصدیق اقوام متحدہ کے مشن UNAMA نے بھی کی ہے۔ انہوں نے تجارتی اور ٹرانزٹ کی بندش پر بھی تشویش کا اظہار کیا جس میں تجارتی راستوں کی بندش اور لینڈ لاکڈ ممالک کی رسائی محدود کرنا شامل ہے، جو ڈبلیو ٹی او کے اصولوں اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے اور افغانستان جیسے ملک کے معاشی مسائل کو مزید گہرا کر رہی ہے۔

بھارتی نمائندے نے افغانستان کی علاقائی سالمیت، خودمختاری اور آزادی کی حمایت کا اعادہ کرتے ہوئے زور دیا کہ دہشت گردی عالمی مسئلہ ہے اور اسے روکنے کے لیے بین الاقوامی برادری کے مربوط اقدامات ناگزیر ہیں تاکہ داعش، القاعدہ اور دیگر وابستہ گروہ سرحد پار دہشت گردی میں ملوث نہ ہوں۔

یہ اجلاس افغانستان میں جاری انسانی بحران، معاشی تباہی، طالبان کی پالیسیوں کی وجہ سے بڑھتی تنہائی اور علاقائی کشیدگی کے پس منظر میں ہوا، جہاں پاکستان کے موقف کے مطابق افغان سرزمین سے دہشت گردی کا خطرہ خطے کے استحکام کو سب سے بڑا چیلنج ہے، جبکہ بھارت اور افغان نمائندوں نے خودمختاری کی خلاف ورزی اور شہری تحفظ کو مرکزی ایشو قرار دیا۔ یہ بحث ظاہر کرتی ہے کہ افغانستان کا مسئلہ اب صرف داخلی نہیں بلکہ خطے کی سلامتی، دہشت گردی کے خلاف جنگ اور بین الاقوامی تعاون کا ایک پیچیدہ جال بن چکا ہے، جس کے حل کے لیے تمام فریقوں کو سنجیدہ مکالمے اور باہمی احترام کی ضرورت ہے تاکہ مزید انسانی المیوں سے بچا جا سکے اور خطے میں دیرپا امن قائم ہو سکے۔

> سفیر عاصم افتخار احمد نے انڈیا پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ 'انڈیا ایک ایسی ریاست ہے جو غیر قانونی قبضے، اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی، کشمیر میں ریاستی دہشت گردی، اقلیتوں کو نشانہ بنانے اور جھوٹے پروپیگنڈے کو ریاستی پالیسی کے طور پر استعمال کرنے کی مرتکب ہے۔'

ساجد خان

جہادی سفارتکاری کا نیا باب

کابل میں تین نامور شخصیات: ریاست کے حامی جہادیوں کا امن کا پیغام

عسکریت پسندی کا پس منظر رکھنے والی شخصیات پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں؟

پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر 26 اور 27 فروری کی درمیانی رات سے شروع ہونے والی جھڑپوں کا سلسلہ تیرہ دن گزرنے کے باوجود اب بھی وقفے وقفے سے جاری ہے۔ دونوں ملکوں کی طرف سے سامنے آنے والے بیانات اس بات کی واضح علامت ہیں کہ اس مسلح تصادم میں کمی کا کوئی فوری امکان نظر نہیں آ رہا۔ اس نازک صورتحال کے تناظر میں پاکستان کے سوشل میڈیا پر ایک اہم خبر تیزی سے پھیل رہی ہے کہ پاکستان اور پاکستان کے زیر انتظام کشمیر سے تعلق رکھنے والی تین بااثر شخصیات، جن کا ماضی عسکریت پسند گروہوں سے وابستہ رہا ہے، ایک وفد کی صورت میں کابل پہنچ چکی ہیں۔ یہ خبریں نہ صرف دلچسپی کا باعث بن رہی ہیں بلکہ امن کی امید بھی جگانے والی ہیں، کیونکہ یہ شخصیات وہ ہیں جو دونوں ممالک کے درمیان پائی جانے والی گہری خلیج کو پاٹنے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

ان شخصیات میں مولانا فضل الرحمان خلیل، عبداللہ شاہ مظہر جنہیں پیر مظہر شاہ بھی کہا جاتا ہے، اور قاری ساجد عثمان شامل ہیں۔ بی بی سی اردو نے افغانستان میں طالبان ذرائع اور پاکستان میں مولانا فضل الرحمان خلیل کے قریبی ساتھی سے ان کی کابل موجودگی کی تصدیق حاصل کی ہے۔ اسی طرح نامور صحافی حفیظ اللہ معروف کو افغان طالبان حکام نے ان تینوں کی افغانستان میں موجودگی کی تصدیق کی ہے۔ افغان طالبان کی عبوری حکومت کے ایک اہم رکن نے بھی بات کرتے ہوئے ان کی موجودگی کی تصدیق کی، اگرچہ مزید تفصیلات دینے سے انہوں نے معذرت کر لی۔
ان شخصیات کے اس دورے کی وجوہات ابھی تک واضح نہیں کی گئیں اور نہ ہی پاکستان کی سرکاری سطح پر کوئی بیان سامنے آیا ہے۔ تاہم ماہرین اسے 'جہادی سفارتکاری' کا ایک منفرد نمونہ قرار دے رہے ہیں جو روایتی سفارتکاری سے بالاتر ہو کر دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی کم کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

پاکستان کی حکومت نے اس حوالے سے کوئی سرکاری موقف نہیں اپنایا۔ وزیر اعظم شہباز شریف کے ترجمان برائے بین الاقوامی میڈیا مشرف زیدی سے جب برطانوی نشریاتی ادارے نے استفسار کیا کہ کیا پاکستانی حکومت افغان طالبان سے کسی سطح پر مذاکرات کر رہی ہے اور مذہبی شخصیات کا یہ وفد کابل میں موجود ہے تو ان کا جواب یہ تھا کہ آزاد مذہبی سکالرز کو ہر ایک سے روابط رکھنے کی مکمل آزادی ہے اور پاکستان کی پالیسی بالکل واضح ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ دفتر خارجہ کو بھی تحریری سوال بھیجا گیا مگر اشاعت تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ یاد رہے کہ پاکستان کا الزام ہے کہ افغان طالبان کی عبوری حکومت کالعدم تحریک طالبان پاکستان کی پشت پناہی کرتی ہے اور انہیں پناہ گاہیں مہیا کرتی ہے۔ اس کے باوجود مبصرین ماضی میں عسکریت پسندی کا پس منظر رکھنے والی ان شخصیات کی کابل موجودگی کو بہت معنی خیز سمجھتے ہیں۔

اب آیئے ان عسکریت پسند پس منظر والی شخصیات پر الگ الگ تفصیل سے غور کرتے ہیں جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان جاری کشیدگی کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ سب سے پہلے مولانا فضل الرحمان خلیل کی بات کرتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمان خلیل

مولانا فضل الرحمان خلیل پاکستان کے جہادی حلقوں میں 1980 کی دہائی سے ایک تابناک ستارے کی مانند چمکتے ہوئے نام رہے ہیں۔ وہ ماضی میں کشمیری عسکریت پسند گروہ حرکت المجاہدین کے سربراہ بھی رہے، جو بعد میں حرکت الجہاد الاسلامی کے ساتھ الحاق کے نتیجے میں حرکت الانصار کے نام سے ایک طاقتور تنظیم میں تبدیل ہو گئی۔ ان کی تنظیم نے انڈیا کے زیر انتظام کشمیر میں بڑی کارروائیاں کیں اور ان کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے تھا جو اسامہ بن لادن سے قریبی روابط رکھتا تھا۔ 2014 میں امریکی محکمہ خزانہ نے انہیں عالمی دہشت گرد قرار دیا مگر مولانا نے ہمیشہ ریاست پاکستان کے حامی عسکری کمانڈر کی حیثیت سے اپنے کردار کو ثابت کیا۔ آج ان کی تنظیم کا نام انصار الامہ ہے اور وہ تحفظ حرمین شریفین کے جنرل سیکریٹری ہیں۔ ان کے پرانے روابط آج بھی زندہ ہیں اور وہ اب زیادہ تر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ حرکت المجاہدین کے لوگ افغان طالبان کے انتہائی قریب تھے اور سوویت یونین کے انخلا کے بعد فکری ہم آہنگی کی وجہ سے وہ طالبان کے ساتھ مل کر مختلف محاذوں پر لڑتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا فضل الرحمان خلیل کا افغان طالبان قیادت کے ساتھ گہرا احترام کا رشتہ ہے۔ وہ نہ صرف طالبان میں بلکہ دیگر جہادی گروہوں میں بھی بے پناہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ ان کی جہادی سفارتکاری پاکستان اور افغان طالبان کے درمیان اعتماد کی کمی کو دور کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے کیونکہ وہ 1980 کی دہائی سے افغانستان میں متحرک رہے ہیں اور طالبان انہیں اپنا معلم بھی سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ دورہ کشیدگی کم کرنے کے لیے پاکستان کا آخری اور سب سے سنجیدہ حربہ لگتا ہے جو دونوں ملکوں کے درمیان امن کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔

عبداللہ شاہ مظہر

دوسری اہم شخصیت عبداللہ شاہ مظہر ہیں جنہیں پیر مظہر شاہ بھی کہا جاتا ہے اور جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کم کرنے میں الگ لیکن اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ عبداللہ شاہ مظہر بھی جہادی حلقوں میں ایک بڑا اور محترم نام ہیں۔ وہ ماضی میں کالعدم جیش محمد کے سربراہ مسعود اظہر سمیت متعدد جہادی شخصیات کے قریب رہے مگر بعد میں عسکری سرگرمیوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے سیاست میں داخل ہو گئے۔ اب ان کا نام مظہر سعید شاہ ہے اور انہوں نے تحریک غلبہ اسلام نامی جماعت بھی قائم کی۔ ان کا آبائی تعلق پاکستان کے زیر انتظام کشمیر سے ہے مگر جوانی کا زیادہ تر حصہ کراچی اور افغانستان میں گزرا۔ بعد میں وہ پاکستان کے زیر انتظام کشمیر واپس آئے جہاں پاکستان تحریک انصاف کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر اسمبلی پہنچے اور وزیر بھی بنے۔ پاکستان کے فوجی حکام کی جن علما سے ملاقاتیں ہوتی ہیں ان میں عبداللہ شاہ مظہر کا نام سرفہرست ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اب ان کے ریاست پاکستان سے گہرے اور بہتر تعلقات قائم ہو چکے ہیں۔ ان کا کراچی میں جامعہ الانوار نامی مدرسہ فعال ہے اور ان کے بھائی مفتی طاہر سعید شاہ المعروف مفتی ابولبابہ شاہ منصور بھی طالبان قیادت سے ذاتی روابط رکھتے ہیں۔ مفتی طاہر سعید شاہ جہادی رسالے ضرب مومن میں کالم بھی لکھا کرتے تھے۔ یہ تمام پس منظر عبداللہ شاہ مظہر کو ایک ایسا پل بنا دیتا ہے جو جہادی حلقوں اور ریاست کے درمیان اعتماد کا رشتہ جوڑ سکتا ہے۔ ان کی موجودگی کابل میں اس لیے معنی خیز ہے کہ وہ عسکریت سے سیاست کی طرف سفر کر چکے ہیں اور دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کو کم کرنے کے لیے ان کا تجربہ اور روابط ایک منفرد پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں۔ وہ طالبان کے ساتھ اپنے پرانے روابط کی بدولت وہ پیغام پہنچا سکتے ہیں جو روایتی سفارتکار نہیں پہنچا سکتے۔

قاری ساجد عثمان

تیسری شخصیت قاری ساجد عثمان ہیں جو پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کم کرنے میں اپنے الگ لیکن طاقتور کردار کے ساتھ نمایاں ہیں۔ قاری ساجد عثمان عام لوگوں میں شاید اتنا مشہور نہ ہوں مگر جہادی حلقوں پر نظر رکھنے والوں کے لیے ان کا نام ایک معتبر شناخت رکھتا ہے۔ ان کے بھائی زاہد اقبال سوویت یونین کے خلاف مسلح جہاد میں بہت متحرک تھے جس کی وجہ سے قاری ساجد بھی اسی راستے پر چل پڑے۔ ان کا کراچی میں خدام القرآن نامی مدرسہ یا ادارہ ہے اور وہ ہمیشہ مولانا فضل الرحمان خلیل کے انتہائی قریب رہے ہیں۔ نائن الیون کے بعد وہ پاکستان چھوڑ کر سعودی عرب اور جنوبی افریقہ چلے گئے جہاں انہوں نے ایک شادی بھی کی۔ کہا جاتا ہے کہ افغان طالبان کی حکومت آنے کے بعد ان کا زیادہ تر وقت افغانستان میں گزرتا ہے۔ ان کا آبائی تعلق رحیم یار خان سے ہے اور 1990 کی دہائی میں وہ افغانستان میں عسکریت پسندی میں فعال تھے۔ اس دور میں ان کا افریقہ اور بنگلہ دیش میں خدام القرآن کے نام سے ایک وسیع نیٹ ورک تھا۔ مشرف دور میں وہ واپس آئے اور آج بھی ان کے پرانے روابط زندہ ہیں۔ قاری ساجد عثمان کا مولانا فضل الرحمان خلیل سے گہرا تعلق انہیں ایک ایسا پل بناتا ہے جو جہادی سفارتکاری کو مزید موثر بنا سکتا ہے۔ ان کی شخصیت طالبان قیادت کے ساتھ ذاتی اور فکری رشتوں کی بدولت پاکستان کی تشویشات کو افغان حکام تک پہنچانے اور اس کے جواب میں اطمینان دلانے کا کام کر سکتی ہے۔ ان کا دورہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جہادی پس منظر رکھنے والے لوگ بھی امن کے سفیر بن سکتے ہیں اور دونوں ممالک کے درمیان اعتماد کی کمی کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

ان تینوں شخصیات کی مشترکہ موجودگی کابل میں اس لیے ایک امید کی کرن ہے کہ یہ لوگ نہ صرف روایتی سفارتکار ہیں بلکہ وہ عسکریت کے اس دور سے گزرے ہیں جہاں افغان طالبان خود پیدا ہوئے۔ محقق فیض اللہ خان نے اسے جہادی سفارتکاری کا نام دیا ہے کیونکہ یہ لوگ پاکستانی اداروں سے بھی قربت رکھتے ہیں اور طالبان کے ساتھ ان کا تعلق فکری ہم آہنگی پر مبنی ہے۔ طارق حبیب جیسے تجزیہ کار بھی سمجھتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمان خلیل کا اثر و رسوخ طالبان میں بے مثال ہے اور یہ وفد کشیدگی کم کرنے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

افغانستان میں پاکستان کے سابق سفیر منصور خان نے بھی اس حوالے سے اہم باتیں کی ہیں۔ ان کے مطابق رابطے چاہے رسمی ہوں یا غیر رسمی، تبھی موثر ہوتے ہیں جب مطلوبہ نتائج دیں۔ 2022 میں جب وہ سفیر تھے تو مولانا تقی عثمانی کی قیادت میں ایک وفد کابل گیا تھا جس نے ٹی ٹی پی والوں سے بھی ملاقاتیں کیں مگر وہ کوشش نتیجہ خیز نہ ہو سکی۔ ان کا خیال ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان بنیادی مسئلہ اعتماد کی کمی ہے اور اسے دور کرنے کے لیے ریاستی سطح پر دو طرفہ روابط کو فعال کرنا ضروری ہے۔ تاہم یہ جہادی سفارتکاری ایک عارضی پل کا کام کر سکتی ہے جو اس اعتماد کی تعمیر میں مددگار ثابت ہو۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ شخصیات اپنے پرانے روابط اور احترام کی بنیاد پر دونوں فریقین کے درمیان ایک سنجیدہ بات چیت قائم کر سکیں تو پاکستان اور افغانستان کے درمیان جاری کشیدگی میں کمی لانا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ جہادی سفارتکاری نہ صرف ایک تجربہ ہے بلکہ تاریخ کے اس موڑ پر امن کی ایک نئی راہ بھی ہو سکتی ہے جو دونوں بھائی ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں اہم کردار ادا کرے۔ امید ہے کہ یہ کوششیں رنگ لائیں گی اور سرحد پار امن کی خوشبو پھیلے گی۔ (باقی صفحہ 15 پر)

”ایران کا لازوال نظامِ اقتدار“

آپ ایک سر کاٹیں تو دوسرا پیدا ہو جاتا ہے

امریکہ اور اسرائیل کی متزلزل جمہوریتوں سے کہیں زیادہ پختہ اور برتر ڈھانچہ، ایران کے حکمران اقتدار پر اپنی گرفت کیسے مضبوط رکھے ہوئے ہیں؟

فیصل منظور

جب 1979 کے عظیم اسلامی انقلاب نے ایران کی سرزمین پر بادشاہت کی زنجیریں توڑیں تو اس نے صرف ایک نئی حکومت نہیں، بلکہ ایک ایسا زندہ اور متحرک نظام تخلیق کیا جو صدیوں کی آزمائشوں کو بھی ہنستے کھیلتے برداشت کرسکتا ہے۔ آج، جب امریکہ اور اسرائیل نے مل کر ایران پر فضائی حملوں کی زد میں آیت اللہ علی خامنہ ای اور ان کے کئی اعلیٰ فوجی کمانڈروں کو نشانہ بنایا، ملک کے اہم انفراسٹرکچر کو شدید نقصان پہنچایا اور کھلے عام ایرانی عوام سے حکومت کے خلاف بغاوت کی اپیل کی، تو دنیا حیران تھی کہ یہ نظام کیوں نہیں گرتا۔ لیکن جو لوگ ایران کے گہرے سیاسی ڈھانچے کو سمجھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ کوئی عام آمریت نہیں، بلکہ ایک ہائیڈرا کی مانند نظام ہے — جہاں ایک سر کاٹنے سے نہ صرف دوسرا سر اگ آتا ہے بلکہ پورا وجود اور بھی زیادہ طاقتور اور متحد ہو جاتا ہے۔ امریکہ کی دو پارٹیوں میں الجھی ہوئی جمہوریت، جو ہر چار سال بعد پالیسیوں کی تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور لابیوں کے زیر اثر کھلے عام کرپشن کا شکار ہوتی ہے، یا اسرائیل کی وہ انتہا پسند جماعتوں والی حکومت جو اندرونی تقسیم اور علاقائی تنازعات میں الجھی رہتی ہے، ان دونوں کے مقابلے میں ایران کا یہ اسلامی جمہوریہ نہ صرف زیادہ مستحکم ہے بلکہ اخلاقی، نظریاتی اور عملی طور پر کہیں زیادہ برتر بھی ہے، کیونکہ یہ طاقت کو ایک شخص کے گرد نہیں، بلکہ ایک مقدس اتحاد اور تقسیم شدہ مراکز میں بانٹ کر رکھتا ہے۔

یہ نظام انقلاب کے بعد سے ہی ایسے پتھروں پر کھڑا کیا گیا جو جھٹکوں کو جذب کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ سخت نظریاتی تربیت، حکمران طبقے کا باہمی اتحاد، سیکیورٹی اداروں کی گہری جڑیں اور اپوزیشن کی تقسیم — یہ سب اس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ یورپی جیو پولیٹیکل انسٹیٹیوٹ کے مشرق وسطیٰ کے ماہر سیاستین بوسوا اسے ہائیڈرا سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ڈھانچہ اتنا لچکدار اور خود بخود تجدید کرنے والا ہے کہ بیرونی دباؤ یا اندرونی بغاوت اسے ہلا بھی نہیں سکتی۔ آیت اللہ خامنہ ای کی شہادت کے محض دو ہفتے بعد ان کے بیٹے مجتبیٰ خامنہ ای کو جانشین منتخب کر لیا گیا، جو والد کی سخت گیر اور اصول پسند پالیسیوں کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اور بھی مضبوط بنیادوں پر استوار کریں گے۔ یہ وہ تسلسل ہے جو امریکہ اور اسرائیل کی جمہوریتوں میں ناممکن ہے، جہاں ایک صدر یا وزیراعظم کی تبدیلی سے پوری خارجہ پالیسی الٹ پلٹ ہو جاتی ہے، معاشی استحکام متاثر ہوتا ہے اور عوام ہر بار نئی امیدوں اور نئی مایوسیوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ ایران میں تو طاقت ایک مرکزی شخصیت تک محدود نہیں، بلکہ یہ مذہبی اداروں، مسلح افواج، معیشت کے کلیدی شعبوں اور عوامی بنیادوں پر پھیلی ہوئی ہے، جو اسے ایک پولی ڈکٹیٹرشپ کا روپ دیتی ہے — یعنی سیاسی اسلام اور ایرانی قوم پرستی کا ایک ناقابل تسخیر اتحاد۔

’پولی ڈکٹیٹرشپ‘

ماہرین کہتے ہیں کہ خطے کے دیگر ممالک، جیسے تیونس، مصر اور شام میں جہاں حکمرانوں کو ہٹا دیا گیا تھا، ان کے برعکس ایران بیرونی دباؤ اور جھٹکوں کا مقابلہ بہتر طریقے سے کرسکا اور اس کی بڑی وجہ اس کا نظریاتی بنیادوں پر کھڑا سیکورٹی ڈھانچہ ہے۔ ایک عام آمرانہ نظام کے برعکس، جو صرف ایک شخص کے گرد گھومتا ہے، جیسا کہ تہران میں قائم فرانسیسی تحقیقی ادارے کے سابق ڈائریکٹر برنار اوکادے کہتے ہیں کہ ’ایران میں ایک طرح کی ’پولی ڈکٹیٹرشپ‘ ہے، یعنی ایسا نظام جو سیاسی اسلام کے حامیوں اور سخت گیر ایرانی قوم پرستی کے درمیان ایک مضبوط اتحاد پر قائم ہے۔‘ ایران میں طاقت کئی مراکز میں بٹی ہوئی ہے جن میں مذہبی ادارے، مسلح افواج اور معیشت کے بڑے حصے ۔۔۔ جس کی وجہ سے اس نظام کو گرانا ایک فرد کے اقتدار والے ماڈل کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہے۔ مزید ایسے ادارے بھی ہیں جن کے پاس طاقت ہے، مثلاً گارڈین کونسل، جو پارلیمان کی قانون سازی کو مسترد کرسکتی ہے اور انتخابات کے امیدواروں کی جانچ پڑتال بھی کرتی ہے۔ یہ سب مل کر اس امکان کو اور بھی کم کر دیتے ہیں کہ کوئی ایک گروہ ریاست کے خلاف سنجیدہ چیلنج کھڑا کر سکے۔ اگرچہ ایران کو عام طور پر ایک آمرانہ ریاست سمجھا جاتا ہے لیکن وہ اپنے شہریوں کو کچھ انتخابات میں ووٹ ڈالنے کا علامتی موقع ضرور دیتا ہے، جن میں صدر کا انتخاب بھی شامل ہے۔ تاہم یہ عمل سختی سے کنٹرول کیا جاتا ہے اور امیدواروں کو گارڈین کونسل مختلف معیاروں پر پرکھتی ہے، جن میں اسلامی جمہوریہ سے وفاداری اور نظریاتی وابستگی خاص طور پر اہم ہیں۔

پاسدارانِ انقلاب کا مرکزی کردار

اگر ادارے اس نظام کا ڈھانچہ ہیں، تو سیکیورٹی فورسز کو اس کی اصل طاقت سمجھا جاتا ہے۔ برنار اوکادے وضاحت کرتے ہیں کہ ’پاسدارانِ انقلاب گارڈ (آئی آر جی سی)، جو باقاعدہ فوج کے ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں انھیں اس ’نظام کی ریڑھ کی ہڈی‘ کہا جاتا ہے۔‘ صرف عسکری کردار ہی نہیں بلکہ یہ فورس ایک بڑی سیاسی اور معاشی طاقت بھی بن چکی ہے۔ اس کے کاروباری مفادات بہت وسیع ہیں اور ایک رضا کار نیم فوجی تنظیم بسیج ملیشیا کے ذریعے اس کا اثر و رسوخ مزید بڑھ جاتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ بار بار ہونے والی بدامنی کے باوجود سکیورٹی فورسز متحد رہی ہیں۔ محقق سیاستین بوسوا اس وفاداری کو نظریاتی وابستگی سے جوڑتے ہیں۔ ان کے مطابق شہادت کی یہ ثقافت، جو شیعہ برادری اور حماس و حزب اللہ جیسے گروہوں میں دکھائی دیتی ہے، یہاں تقریباً پیشے کا حصہ سمجھی جاتی ہے۔‘

حال ہی میں ایران کے نائب وزیر دفاع رضا طلائی نیک نے ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا کہ پاسدارانِ انقلاب کے ہر کمانڈر کے لیے تین درجے نیچے تک جانشین طے کر دیے جاتے ہیں تاکہ تسلسل قائم رہے۔ قصرہ آربی، جو ’گارڈز ایٹ یونائیٹڈ اگینسٹ نیوکلیئر ایران‘ پر تحقیق کے سربراہ ہیں، کہتے ہیں کہ ایران کے بکھرے ہوئے ڈھانچے کی تشکیل 2003 میں امریکی اتحاد کی جانب سے عراق پر حملے اور عراقی فورسز کے اچانک ٹوٹ جانے سے حاصل ہونے والے تجربات کے بعد کی گئی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر موجودہ نظام برقرار رہا تو ’گارڈز کا کردار پہلے سے بھی کہیں زیادہ طاقتور ہو جائے گا۔‘

اس نظام کی سب سے بڑی طاقت اس کا سکیورٹی ڈھانچہ ہے، جسے فرانسیسی تحقیقی ادارے کے سابق ڈائریکٹر برنار اوکادے نے ”ریاست کی ریڑھ کی ہڈی“ قرار دیا ہے۔ پاسدارانِ انقلاب گارڈ (آئی آر جی سی) نہ صرف عسکری محاذ پر بلکہ سیاسی، معاشی اور سماجی سطح پر بھی ایک مکمل سلطنت ہے۔ اس کی کاروباری سرگرمیاں، خاتم الانبیا کارپوریشن جیسی عظیم کمپنیاں اور بسیج ملیشیا کا وسیع نیٹ ورک اسے ایک ایسا ستون بناتے ہیں جو کسی بھی بحران میں نظام کو سنبھال لیتا ہے۔ ہر کمانڈر کے لیے تین درجے نیچے تک جانشین طے کر دیے جاتے ہیں تاکہ کوئی خلا پیدا نہ ہو۔ یہ وہ نظم و ضبط ہے جو امریکہ کی پینٹاگون یا اسرائیل کی فوج میں بھی نہیں پایا جاتا، جہاں سیاسی دباؤ، فنڈنگ کے تنازعات اور اندرونی لابنگ کی وجہ سے فوجی فیصلے اکثر متاثر ہوتے ہیں۔ ایران کے پاسداران کی شہادت کی ثقافت، شیعہ روایات اور حماس، حزب اللہ جیسے اتحادیوں سے جڑی ہوئی، انہیں ایک پیشہ ورانہ عقیدت مند فوج بناتی ہے جو نہ صرف وفادار ہے بلکہ نظریاتی طور پر بھی اٹل ہے۔ 2003 کے عراق تجربے سے سیکھتے ہوئے ایران نے اپنے ڈھانچے کو اس طرح مضبوط کیا کہ اگر ایک حصہ گرے تو دوسرا فوراً اس کی جگہ لے لے — ایک ایسا سبق جو امریکہ اور اسرائیل نے آج تک نہیں سیکھا، جس کی وجہ سے ان کی مداخلتیں بار بار ناکام ہوتی رہتی ہیں۔

معاشی سطح پر بھی ایران کا نظام سرپرستی کے ناقابل تسخیر نیٹ ورکس پر قائم ہے۔ بنیادز اور خیراتی ٹرسٹس نے ہزاروں کمپنیوں پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے، جو وفادار حلقوں کو نوکریاں، ٹھیکے اور مواقع فراہم کرتے ہیں۔ پاسداران کی کاروباری سلطنت مغربی پابندیوں کے باوجود کلیدی اشرافیہ کو تحفظ دیتی ہے اور نظام کی بقا کو یقینی بناتی ہے۔ یہ وہ معاشی استحکام ہے جو امریکہ کی وال اسٹریٹ پر منحصر جمہوریت یا اسرائیل کی جنگی معیشت سے کہیں زیادہ خودمختار اور اخلاقی ہے، کیونکہ یہاں دولت صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ انقلاب کی خدمت میں وقف ہے۔ نظریاتی طور پر مذہب، تعلیم اور میڈیا کا وہ دیرپا نیٹ ورک جو انقلاب نے قائم کیا، آج بھی ریاست کو ایک مقصد، ایک اتحاد اور ایک بھرتی کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ یہ وہ نظریہ ہے جو عوام کو ایک خواب دکھاتا ہے — ایک اسلامی جمہوریہ کا خواب جو نہ صرف آزادی دیتا ہے بلکہ عزت، خودمختاری اور مزاحمت کا درس بھی دیتا ہے، جبکہ امریکہ اور اسرائیل کی جمہوریتوں میں تو صرف انتخابی تماشے، کارپوریٹ لابنگ اور میڈیا کی پروپیگنڈا ہی نظر آتی ہے۔

اپوزیشن کی دیرینہ تقسیم بھی اس نظام کی سب سے بڑی حفاظت ہے۔ اصلاح پسند، شاہ پرست، بائیں بازو کے گروہ، جلاوطن تنظیمیں اور نسلی گروہ — سب آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی مرکزی قیادت نہیں، کوئی متحد پروگرام نہیں۔ 2009 کی گرین موومنٹ ہو یا 2022 کے مہسا امینی کے بعد کے احتجاج، سب بغیر قیادت کے دب گئے۔ حالیہ احتجاج بھی جلاوطن شاہ کے بیٹے کی اپیل پر شروع ہوئے مگر ریاستی نگرانی، انٹرنیٹ بندشوں اور مصنوعی ذہانت کی نگرانی نے انہیں کنٹرول میں رکھا۔ یہ وہ حقیقت ہے جو امریکہ اور اسرائیل کی ”آزاد“ اپوزیشنوں سے بالکل مختلف ہے، جہاں سیاسی تقسیم اور میڈیا کی آزادی کے نام پر ملک ہی تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایرانی عوام نے بھی برسوں تک احتیاط برتی، کیونکہ انہوں نے افغانستان اور عراق میں امریکی مداخلت کے تباہ کن نتائج دیکھے۔ لیکن اب بھی جب ریاست بنیادی ضروریات فراہم کرنے میں ناکام نظر آتی ہے تو نوجوان نسل کی بے چینی بڑھ رہی ہے، مگر ماہرین کہتے ہیں کہ تینوں عناصر...... عوامی تحریک، اشرافیہ کی تقسیم اور فوج کی بغاوت...... ایک ساتھ نہیں ہو سکتے۔

آخر میں، برنار اوکادے کا کہنا بالکل درست ہے کہ ہر حکومت بالآخر ختم ہو جاتی ہے، لیکن اصل سوال وقت اور طریقے کا ہے۔ خامنہ ای کی شہادت ایک دھچکا ضرور تھی، مگر ایران کا نظام اس قدر پختہ ہے کہ اس کا جانشین بھی وہی تسلسل برقرار رکھے گا۔ امریکہ اور اسرائیل جو حکومت کی تبدیلی کا خواب دیکھ رہے ہیں، انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایران کا ہائیڈرا جیسا نظام نہ صرف ان کے حملوں کو برداشت کر سکتا ہے بلکہ اس سے اور بھی مضبوط نکل آتا ہے۔ (باقی صفحہ 15 پر)

معظم خان

ملک بھر میں تعلیم کی روشنی مدھم

ایران جنگ کے تناظر میں پاکستانی حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

ایران پر اسرائیلی حملوں کی مذمت کرتے ہیں، پورا پاکستان آیت اللہ علی خامنہ ای، ان کے اہل خانہ اور ایرانی عوام کی ہلاکت پر افسوس کا اظہار کرتا ہے اور سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات، بحرین اور ترکی جیسے برادر اسلامی ممالک پر ہونے والے حملوں کی بھی شدید مذمت کرتا ہے، وزیر اعظم شہباز شریف کی پریس کانفرنس

ملک بھر میں تعلیم کی روشنی مدھم، ایران اسرائیل تنازع کے سائے میں پاکستان کی حکومت کی کفایت شعاری کی مہم اور تعلیمی اداروں کی لگاتار بندشیں ایک بار پھر طلبہ کے مستقبل کو داؤ پر لگا رہی ہیں۔ جب عالمی سطح پر جغرافیائی سیاسی طوفان اٹھتے ہیں اور خلیج کا تیل کا بحری راستہ آبنائے ہرمز کی بندش کی زد میں آ جاتا ہے تو پاکستان جیسی معاشی طور پر کمزور ریاست میں فوری طور پر سب سے پہلے تعلیم کے میدان کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایک تسلسل دار حکومتی رویہ ہے جو ہر بحران میں تعلیمی اداروں کو بند کر کے اپنی نااہلی کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ وزیر اعظم شہباز شریف نے پیر کے روز ایک پریس کانفرنس میں جو اعلانات کیے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نہ صرف تیل کی قلت اور گیس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا سامنا کرنے کے لیے سخت ترین معاشی اقدامات اٹھا رہی ہے بلکہ اس کے نتیجے میں پورے ملک کے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کو دو ہفتوں تک بند رکھنے کا فیصلہ بھی کر لیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ صرف ایک معاشی مجبوری نہیں بلکہ ایک ایسا سیاسی اور انتظامی انتخاب ہے جو طلبہ، والدین اور اساتذہ کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب کر رہا ہے۔ ایران پر اسرائیلی حملوں کی مذمت کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ پورا پاکستان آیت اللہ علی خامنہ ای، ان کے اہل خانہ اور ایرانی عوام کی ہلاکت پر افسوس کا اظہار کرتا ہے اور سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات، بحرین اور ترکی جیسے برادر اسلامی ممالک پر ہونے والے حملوں کی بھی شدید مذمت کرتا ہے۔ ان حملوں نے عالمی منڈی میں خام تیل کی قیمت کو 60 ڈالر فی بیرل سے بڑھا کر 100 ڈالر سے اوپر پہنچا دیا ہے جو پاکستان کی زراعت، صنعت اور ٹرانسپورٹیشن پر براہ راست اثر انداز ہو رہا ہے۔

ہماری معیشت کا بڑا حصہ خلیج سے آنے والے تیل اور گیس پر منحصر ہے اس لیے حکومت نے یہ فیصلہ دل پر پتھر رکھ کر کیا ہے کہ آئندہ دو ماہ تک سرکاری اور نجی اداروں میں ہفتے میں صرف چار دن کام ہوگا اور 50 فیصد سٹاف گھر سے آن لائن ورک فرام ہوم کرے گا۔ یہ اقدام نہ صرف ایندھن کی بچت کا ذریعہ بنے گا بلکہ سرکاری اخراجات کو کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرے گا مگر اس کا سب سے بڑا شکار تعلیم کا شعبہ بن رہا ہے۔ رواں ہفتے ہی پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں 55 روپے فی لیٹر کا اضافہ کر دیا گیا تھا جو عام آدمی کی جیب پر بوجھ بن چکا ہے اور اب تعلیمی اداروں کی بندش اس بوجھ کو مزید بڑھا رہی ہے۔

حکومت کی کفایت شعاری کی یہ مہم اتنی جامع ہے کہ اس نے ہر شعبے کو اپنے دائرے میں لے لیا ہے۔ آئندہ دو ماہ تک تمام سرکاری محکموں کی گاڑیوں میں پیٹرول اور ڈیزل کے استعمال پر 50 فیصد کٹوتی کی جائے گی تاکہ تیل کی بچت ہو سکے۔ وزیر اعظم، وزرا، مشیران اور معاونین خصوصی کی تنخواہوں پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی ہے جبکہ اراکین پارلیمان کی تنخواہوں میں 25 فیصد کمی کی جا رہی ہے۔ 20 گریڈ سے اوپر کے افسران جن کی تنخواہ تین لاکھ روپے سے زیادہ ہے ان کی دو دن کی تنخواہ کٹ کر عوامی ریلیف فنڈ میں ڈالی جائے گی۔ سرکاری محکموں کے دیگر اخراجات میں 20 فیصد کمی، فرنیچر، ایئر کنڈیشنر اور اس جیسی اشیاء کی خریداری پر مکمل پابندی، غیر ملکی دوروں پر پابندی، ٹیلی کانفرنسنگ کو ترجیح، سرکاری عشائیوں اور افطار پارٹیوں پر پابندی، کانفرنسز کو سرکاری جگہوں پر محدود کرنا، یہ سب اقدامات ایک بڑے معاشی بحران کا سامنا کرنے کے لیے اٹھائے گئے ہیں۔ صوبائی سطح پر بھی یہی صورتحال ہے۔ پنجاب میں وزیر اعلیٰ مریم نواز شریف نے 10 مارچ سے 31 مارچ تک تمام سکول، کالج اور یونیورسٹیاں بند رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ بلوچستان میں 23 مارچ تک تعلیمی ادارے بند ہیں۔ سندھ میں 16 سے 31 مارچ تک بندش کا فیصلہ ہوا ہے جبکہ خیبر پختونخوا میں کالجز اور یونیورسٹیاں آن لائن موڈ پر منتقل ہو گئی ہیں۔ یہ سب فیصلے نقل و حمل کے مسائل، عوامی سہولت اور ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے نام پر لیے گئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ تعلیم کا تسلسل بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ امتحانات تو شیڈول کے مطابق ہوں گے مگر طلبہ کی روزمرہ تعلیم، ان کی ذہنی تربیت اور سماجی ماحول سب کچھ رک گیا ہے۔ نجی سکولوں کی فیڈریشن نے اس فیصلے کی سخت مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ ثابت ہوا کہ تعلیم حکومتوں کی ترجیح نہیں ہے۔ سوشل میڈیا پر بھی لوگ لکھ رہے ہیں کہ سیلاب ہو، زلزلہ ہو، الیکشن ہو، بیماری ہو یا اب تیل کا بحران، سکول اور کالج بند کر دینا ہی آسان راستہ ہے جبکہ ہوٹل، بازار اور کلب سب کھلے ہیں۔

اس پورے تناظر میں جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حکومت نے تعلیم کو مذاق بنا رکھا ہے۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے چاہے وہ قدرتی آفت ہو، سیاسی بحران ہو، معاشی دباؤ ہو یا اب یہ ایران اسرائیل جنگ کا عالمی اثر، تعلیمی اداروں کی بندش کو ہی سب سے پہلا اور آسان حل سمجھا جاتا ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بار طلبہ اور ان کے والدین اس کی قیمت چکا کریں؟ تعلیم کا شعبہ جو قوم کی بنیاد ہے اسے بار بار قربان گاہ پر چڑھا دیا جاتا ہے جبکہ دیگر شعبوں کو ہر ممکن تحفظ دیا جاتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف طلبہ کے مستقبل کو برباد کر رہا ہے بلکہ پورے ملک کی ترقی کو بھی روک رہا ہے کیونکہ ایک تعلیم یافتہ نسل ہی ملک کو آگے لے جا سکتی ہے مگر جب انہیں بار بار گھروں میں قید کر دیا جاتا ہے تو ان کی صلاحیتوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ والدین کی مایوسی، طلبہ کی ذہنی تھکاوٹ، اساتذہ کی بے روزگاری اور آن لائن کلاسز کی ناکامی یہ سب کچھ ایک ایسے مذاق کا حصہ بن چکے ہیں جو حکومت ہر بحران میں دہراتی ہے۔ اگر واقعی کفایت شعاری کرنی ہے تو پہلے سرکاری اخراجات پر نظر ڈالی جائے، غیر ضروری پروٹوکول ختم کیے جائیں، غیر ملکی دورے روکے جائیں مگر تعلیم کو ہدف نہ بنایا جائے کیونکہ یہ قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

اب اگر ہم اس بحران کی گہرائی میں جائیں تو دیکھتے ہیں کہ ایران اسرائیل تنازع نے نہ صرف علاقائی امن کو خطرے میں ڈالا ہے بلکہ عالمی معیشت کی رگوں کو بھی کاٹ دیا ہے۔ آبنائے ہرمز جو دنیا کے تیل کا 20 فیصد سے زیادہ حصہ گزرتا ہے اس کی بندش نے خام تیل کی قیمتوں کو آسمان کو چھو لیا ہے۔ پاکستان جو اپنا 80 فیصد تیل درآمد کرتا ہے اس کی معیشت پر اس کا براہ راست اثر پڑ رہا ہے۔ زرعی شعبہ جو ٹریکٹرز اور پمپوں کے لیے ڈیزل پر منحصر ہے اب مہنگائی کی لپیٹ میں ہے۔ صنعتوں میں پیداوار کم ہو رہی ہے کیونکہ بجلی اور گیس کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ ٹرانسپورٹیشن کا نظام جو لوگوں کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہے اب مہنگا پڑ رہا ہے۔ اس صورتحال میں حکومت کا یہ اقدام کہ سرکاری گاڑیوں میں 50 فیصد پیٹرول کٹوتی، وزرا کی تنخواہوں پر پابندی، اراکین پارلیمان کی 25 فیصد کٹوتی، 20 گریڈ افسران کی تنخواہوں میں کمی، دیگر اخراجات میں 20 فیصد کمی، فرنیچر اور ایئر کنڈیشنر کی خریداری پر پابندی، غیر ملکی دوروں پر مکمل روک، ٹیلی کانفرنسنگ کی ترجیح، عشائیوں اور افطار پارٹیوں پر پابندی، کانفرنسز کو سرکاری جگہوں تک محدود کرنا، یہ سب ایک طرف تو معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے ضروری ہیں مگر دوسری طرف ان کا اطلاق تعلیم پر کیسے ہو رہا ہے یہ ایک الگ سوال ہے۔ تمام سرکاری اور نجی اداروں میں 50 فیصد سٹاف ورک فرام ہوم، ہفتے میں چار دن دفاتر، ایک اضافی چھٹی، یہ سب اقدامات بینکوں، صنعت اور زراعت پر تو نہیں ہو رہے مگر تعلیم پر ضرور ہو رہے ہیں۔ کیا تعلیم کم اہم ہے؟ کیا طلبہ کی تعلیم کو اس بحران کا سب سے آسان شکار بنانا درست ہے؟ یہ سوالات ہر ذہن میں اٹھ رہے ہیں۔

پنجاب کی مثال لیں تو وزیر اعلیٰ مریم نواز شریف نے غیر معمولی معاشی مشکلات کے مقابلے میں یہ قدم اٹھایا ہے۔ صوبے بھر میں سکول، کالج اور یونیورسٹیاں 10 سے 31 مارچ تک بند۔ امتحانات شیڈول کے مطابق مگر کلاسز آن لائن۔ وزیر تعلیم رانا سکندر حیات نے کہا کہ آٹھویں جماعت کے امتحانات اور سکول بیسڈ اسسمنٹ متاثر نہیں ہوں گے۔ بورڈ امتحانات جاری رہیں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آن لائن کلاسز کا نظام پاکستان میں ابھی تک پختہ نہیں ہے۔ انٹرنیٹ کی سہولت ہر گھر میں نہیں، بجلی کے مسائل ہیں، ڈیوائسز مہنگے ہیں اور سب سے بڑھ کر طلبہ کی ذہنی تیاری آن لائن موڈ کے لیے نہیں ہے۔ آل پاکستان پرائیویٹ سکولز فیڈریشن کے صدر کاشف مرزا نے کہا کہ ثابت ہوا تعلیم ترجیح نہیں۔ صوبائی وزرا کے لیے سرکاری فیول بند، افسران کی گاڑیوں میں 50 فیصد کٹوتی، پروٹوکول گاڑیوں پر پابندی، صرف ایک سکیورٹی گاڑی، ورک فرام ہوم، آؤٹ ڈور تقریبات پر پابندی، ہارس اینڈ کیٹل شو ملتوی، نجی سیکٹر کو ایڈوائزری، ای بزنس اور مریم کی دستک جاری، عوام سے آؤٹ ڈور فنکشن نہ کرنے کی اپیل، یہ سب کچھ ایک طرف تو اچھا ہے مگر تعلیم کی قربانی کیوں؟

بلوچستان میں محکمہ سکولز اور ہائر ایجوکیشن کے دو الگ نوٹیفکیشنز کے مطابق 23 مارچ تک تمام تعلیمی ادارے بند۔ داخلہ مہم اور ڈیجیٹل مردم شماری جاری مگر کلاسز نہیں۔ سندھ میں وزیر اطلاعات شرجیل میمن نے پریس کانفرنس میں 16 سے 31 مارچ تک بندش کا اعلان کیا۔ امتحانات وقت پر، کالجز یونیورسٹیاں آن لائن۔ خیبر پختونخوا میں کالجز یونیورسٹیاں سوموار سے جمعرات آن لائن، جمعہ ہفتہ اتوار چھٹی۔ سکولوں میں امتحانات جاری اس لیے سکولز پر ابھی کوئی اعلان نہیں۔ مگر سوشل میڈیا پر محمد شفیق لکھتے ہیں کہ سیلاب، زلزلہ، الیکشن، بیماری، پٹرول کا مسئلہ، ہر بار سکول بند۔ باقی ملک کھلا۔ اقصیٰ یونس کہتی ہیں کہ تعلیم کا بوجھ طلبہ پر ڈالا جاتا ہے۔ اس سال سموگ، سیلاب، جنگی خدشات کی وجہ سے پہلے ہی کم دن سکول گئے اب مزید بندش۔ اگر بحران کا مقابلہ کرنا ہے تو تعلیم کا تسلسل یقینی بنائیں۔ ایک صارف کہتی ہیں کہ فیصلہ جمعہ کو لیتے تو آن لائن کلاسز کی تیاری ہوتی۔

(باقی صفحہ 15 پر)

ضروری ہے کہ تعلیم کو ترجیح دی جائے۔ بندشیں بند کی جائیں۔ آن لائن سسٹم کو مضبوط کیا جائے۔ بجٹ بڑھایا جائے۔ اساتذہ کی تربیت کی جائے۔ والدین کو سہولتیں دی جائیں۔ یہ سب کچھ اگر ہو تو پاکستان ایک تعلیم یافتہ قوم بن سکتا ہے۔ ورنہ یہ مذاق جاری رہے گا

مشرق
کہانی میگزین

ایڈیٹر: ساجد خان
گرافکس: خرم شہزاد

عیدالفطر جو رمضان المبارک کے اختتام پر خوشیوں اور مسرت کا تہوار ہے

پاکستان میں خاص طور پر خواتین کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف عبادت کا دن ہے بلکہ تیاریوں، حسن وزیبائش، خاندانی اجتماع اور مہمان نوازی کا موقع بھی ہے۔

ایمان کامران

عیدالفطر، جو رمضان المبارک کے اختتام پر خوشیوں اور مسرت کا تہوار ہے، پاکستان میں خاص طور پر خواتین کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف عبادت کا دن ہے بلکہ تیاریوں، حسن وزیبائش، خاندانی اجتماع اور مہمان نوازی کا موقع بھی ہے۔ اس سال 2026 میں پاکستان میں عیدالفطر کی متوقع تاریخ 21 مارچ (ہفتہ) ہے (اگر رمضان 30 روزے مکمل ہوئے تو)، جبکہ کچھ پیشگوئیوں میں 20 مارچ بھی ممکن ہے۔ رویت ہلال کمیٹی کا حتمی اعلان چاند کی رویت پر منحصر ہے۔ عید کی تیاری میں سب سے اہم چیز نئے کپڑے ہیں۔ مارکیٹ میں اب خوبصورت کڑھائی والے فیشن ڈیزائنر کے لباس آگئے ہیں۔ یہ لباس عام طور پر شلوار قمیض، گھرارات، لیہنگا یا فراک کی شکل میں ہوتے ہیں جن پر بھاری کڑھائی، زری، موتی، چھترگل کاری اور جدید ڈیزائن کی جاتی ہے۔ خواتین رمضان کے آخری دنوں میں شاپنگ کرتی ہیں، ڈیزائنر برانڈز جیسے ماریہ بی، مشک، وائزہ اور دیگر ٹاپ ڈیزائنرز کے عید کلیکشن سے منتخب کرتی ہیں۔ عید کی تیاری میں مہندی لگانا لازمی ہے۔ چاندرات کو بازاروں میں رش لگ جاتا ہے، لڑکیاں اور خواتین گھروں یا پارلرز میں عربی، مصری یا پاکستانی سٹائل کی مہندی لگواتی ہیں۔ یہ نہ صرف خوبصورتی بڑھاتی ہے بلکہ خوشبو اور روایت کا حصہ ہے۔ مہندی کے ساتھ چوڑیاں پہننا بھی ضروری ہے، جو کھنک کر عید کی خوشی کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ عید پر گھروں میں مہمان نوازی عروج پر ہوتی ہے۔ خواتین رمضان کے آخری دنوں سے ہی پکوان تیار کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ عید کے دن ناشتہ میں سیویاں، پائے، حلیم، پراٹھے اور کیک شامل ہوتے ہیں۔ دوپہر اور شام کو مہمانوں کے لیے روایتی پکوان جیسے بریانی، کڑاہی، گوشت، کباب، سموسے، پکوڑے اور چٹنیاں بنائے جاتے ہیں۔ مٹھائیوں میں شیریں، زرداری، گلاب جامن، لڈو، برفی، خیرہ اور سیویاں کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ عید الفطر خواتین کے لیے محنت، محبت اور خوبصورتی کا تہوار ہے۔ نئے کپڑوں کی چمک، مہندی کی خوشبو اور گھر کی مہکتی خوشبوؤں سے بھرپور یہ دن خاندان اور دوستوں کے ساتھ مل کر منانے کا بہترین موقع ہے۔ عید مبارک!

عیدالفطر جو رمضان المبارک کے اختتام پر خوشیوں اور مسرت کا تہوار ہے

پاکستان میں خاص طور پر خواتین کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف عبادت کا دن ہے بلکہ تیاریوں، حسن و زیبائش، خاندانی اجتماع اور مہمان نوازی کا موقع بھی ہے۔

ایمان کامران

عیدالفطر، جو رمضان المبارک کے اختتام پر خوشیوں اور مسرت کا تہوار ہے، پاکستان میں خاص طور پر خواتین کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف عبادت کا دن ہے بلکہ تیاریوں، حسن و زیبائش، خاندانی اجتماع اور مہمان نوازی کا موقع بھی ہے۔ اس سال 2026 میں پاکستان میں عیدالفطر کی متوقع تاریخ 21 مارچ (ہفتہ) ہے (اگر رمضان 30 روزے مکمل ہوئے تو)، جبکہ کچھ پیشگوئیوں میں 20 مارچ بھی ممکن ہے۔ رویت ہلال کمیٹی کا حتمی اعلان چاند کی رویت پر منحصر ہے۔ عید کی تیاری میں سب سے اہم چیز نئے کپڑے ہیں۔ مارکیٹ میں اب خوبصورت کڑھائی والے فیشن ڈیزائنر کے لباس آ گئے ہیں۔ یہ لباس عام طور پر شلوار قمیض، گھرارات، لہنگا یا فراک کی شکل میں ہوتے ہیں جن پر بھاری کڑھائی، زری، موتی، پتھر، گل کاری اور جدید ڈیزائن کی جاتی ہے۔ خواتین رمضان کے آخری دنوں میں شاپنگ کرتی ہیں، ڈیزائنر برانڈز جیسے ماریہ بی، منشا، دائرہ اور دیگر ٹاپ ڈیزائنرز کے عید کلیکشن سے منتخب کرتی ہیں۔ عید کی تیاری میں مہندی لگانا لازمی ہے۔ چاند رات کو بازاروں میں رش لگ جاتا ہے، لڑکیاں اور خواتین گھروں یا پارلرز میں عربی، مصری یا پاکستانی سٹائل کی مہندی لگواتی ہیں۔ یہ نہ صرف خوبصورتی بڑھاتی ہے بلکہ خوشبو اور روایت کا حصہ ہے۔ مہندی کے ساتھ چوڑیاں پہننا بھی ضروری ہے، جو کھنک کر عید کی خوشی کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ عید پر گھروں میں مہمان نوازی عروج پر ہوتی ہے۔ خواتین رمضان کے آخری دنوں سے ہی پکوان تیار کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ عید کے دن ناشتہ میں سیویاں، پائے، حلیم، پراٹھے اور کیک شامل ہوتے ہیں۔ دوپہر اور شام کو مہمانوں کے لیے روایتی پکوان جیسے بریانی، کڑاہی، گوشت، کباب، سموسے، پکوڑے اور چٹنیاں بنائے جاتے ہیں۔ مٹھائیوں میں شیریں، زرداری، گلاب جامن، لڈو، برفی، کھیر اور سیویاں کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ عید الفطر خواتین کے لیے محنت، محبت اور خوبصورتی کا تہوار ہے۔ نئے کپڑوں کی چمک، مہندی کی خوشبو اور گھر کی مہکتی خوشبوؤں سے بھرپور یہ دن خاندان اور دوستوں کے ساتھ مل کر منانے کا بہترین موقع ہے۔ عید مبارک!

مشرق کہانی میگزین

ایڈیٹر: ساجد خان

گرافکس: خرم شہزاد

تحریر: سلمان حبیب

قسط نمبر۔(5)

(گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف)
"لیکن ہماری مشین تو بیکار ہوگئی۔"
"کوئی پرواہ نہیں ہے، میں اس صدی کا سب سے بڑا سائنسدان ہوں، میں ایک ایسا کارنامہ سرانجام دینے جا رہا ہوں جس کے متعلق اس صدی کے سائنسدان تصور بھی نہیں کرسکتے، کیا سمجھیں آپ میڈم پیری۔"
جواب میں پیری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"اور شاید اس کے بعد ہم اس منصوبے پر بھی عمل کریں جو میں نے بنایا تھا۔"
پیری کے منہ سے نکلا اور رچرڈ لیموس کے چہرے پر سخت تاثرات پھیل گئے۔
"تم اس وقت بھی اپنے منصوبے پر سوچ رہی ہو جبکہ تمہارے سارے منصوبے انتہائی واہیات اور غیر ضروری ہیں۔"
لیموس نے کہا اور پیری کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتی تھی کہ ڈاکٹر رچرڈ لیموس کبھی اس طرح اس سے بات کرسکتا ہے، یہ ٹھیک تھا کہ لیموس بہت بڑا سائنس دان تھا اور اس کا ذہن ایک بہت بڑے منصوبے پر کام کر رہا تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ لیموس اس طرح اس کی بے عزتی کر دے۔ جبکہ ڈاکٹر رچرڈ لیموس کا وجود ہی اس کی وجہ سے تھا، یہ عالیشان لیبارٹری پیری کی خرچ کی ہوئی رقم سے ہی قائم ہوئی تھی، ڈاکٹر رچرڈ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، اس کے ہم عصر سائنسدانوں نے اس کے خطرناک منصوبوں سے آگاہ ہوتے ہی اسے پاگل قرار دے کر اس سے قطع تعلق کرلیا تھا۔
(آگے پڑھیے)

کائنات ہم میں ہے

سو سال پرانی کہانی، جس میں پراسرار عمارت میں احمد صلاغی اپنی نوجوان پوتی اور خوبصورت شریر پوتے کے ساتھ آیا اور اس نے عمارت کے تمام دروازے بند کرائے۔ ایک ٹریفک حادثے میں اس کا بیٹا اور بہو ہلاک ہوگئے، پوتی اور پوتے کی ذمے داری احمد صلاغی پر آپڑی تھی۔

یہ پیری ہی تھی جو اس کے منصوبے کے بارے میں سن کر اس کی مدد کے لئے تیار ہوگئی تھی۔
پیری اور ڈاکٹر رچرڈ کے درمیان طے پا گیا تھا کہ پیری اس کے منصوبوں کے لئے سرمایہ فراہم کرے گی اور اس وقت تک جب تک ڈاکٹر رچرڈ انسانی دماغ کو کنٹرول کرنے والا الیکٹرونک ڈیوائس مکمل نہیں کر لیتا وہ اس پر خرچ کرتی رہے گی۔ پیری کے پاس صرف اور صرف دولت تھی، لیکن اب یہ مشکل تھی کہ ڈاکٹر لیموس کامیابی کے قریب پہنچ کر دولت سے زیادہ طاقت حاصل کرنے کی فکر میں تھا اور یہ ایک ایسی فضول بات تھی جس سے پیری کو کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی
اچانک ہی ایک تیز آواز نے دونوں کی توجہ آپریشن ٹیبل کی جانب مبذول کرلی، جسمانی قوت کے ماپنے والی دوسری مشین اس وقت شدید دباؤ کی زد میں تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ ڈاکٹر رچرڈ خود کو سکتے کی کیفیت سے باہر نکال کر کوئی قدم اٹھا سکتا ایک زوردار دھماکہ ہوا اور مشین کے ٹکڑے لیبارٹری میں دور دور تک پھیل گئے، ڈاکٹر رچرڈ لیموس پھٹی پھٹی آنکھوں سے کتنی ہی دیر تک مشین کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا، اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کسی انسان کے اندر اتنی زبردست طاقت بھی ہوسکتی ہے۔
ابھی جسمانی قوت ناپنے والی دیگر مشینیں کام کر رہی تھیں لیکن ریحان کی طاقت جس تیزی سے بحال ہو رہی تھی اس سے ان دونوں مشینوں کا بھی یہی انجام ہوسکتا تھا۔ رچرڈ نے اس بات کو محسوس کرلیا کہ ریحان آہستہ آہستہ بے ہوشی کے انجکشن کے اثر سے باہر آرہا ہے اور اسی وجہ سے اس کی جسمانی قوت بحال ہو رہی ہے بلکہ دماغ کی قوت بھی بحال ہو رہی ہے۔ اس وقت بھی ریحان اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے پلکیں جھپکا رہا تھا، پھر وہ اپنے سر کو جھٹکنے لگا۔
"آہ۔ اسے اس وقت ہوش میں نہیں آنا چاہئے، میں اس وقت تک اس لڑکے کو بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا جب تک میں اس کے ذہن میں آواز وصول کرنے والا میکنیزم فٹ نہ کردوں، اگر اس وقت یہ اٹھ گیا تو خدا جانے کیا کر بیٹھے۔"
رچرڈ لیموس کو ریحان کی جسمانی قوت کا مکمل اندازہ ہو چکا تھا، اگر وہ ہوش میں آگیا تو اپنی مرضی سے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اسے روکنے کی طاقت رچرڈ لیموس کے پاس تو کیا کسی کے پاس بھی نہیں تھی، ایک بار پھر اس نے ایک انجکشن تیار کیا۔
ریحان اب کسی بھی لمحے بستر سے اٹھ سکتا تھا وہ بہت تیزی سے اپنے سر کو جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا کہ رچرڈ نے اپنا انجکشن تیار کرکے ایک بار پھر ریحان کے بازو میں لگا دیا اور ریحان کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔
وہ انتہائی تیز روشنی جو زریجہ کو مسلسل خطرے کا احساس دلا رہی تھی اب ذرا سی بدل گئی تھی اور کچھ لمحوں کے بعد وہ بجھ گئی اور اس کے ساتھ ہی زریجہ کے ذہن کے ریڈار اسکرین پر بھی تاریکی پھیل گئی۔ وہ بمشکل لڑکھڑاتے قدموں سے بستر تک گئی اور بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے گر پڑی، اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کے بھائی نے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کسی نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔
'ریحان کو ایسا کرنے سے روکنے والا کون تھا اور اسے کس طرح روکنے کی کوشش کی گئی تھی؟' زریجہ کا ذہن یہ سراغ لگانے سے قاصر تھا۔ سوائے انتظار کے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی، یہاں تک کہ احمد صلاغی سے رابطہ بھی نہیں تھا، کیونکہ اس بات کی سختی سے ممانعت کردی گئی تھی کہ وہ دونوں صرف اپنے آپ پر انحصار کریں احمد صلاغی سے اس کی مرضی کے خلاف رابطے کی کوشش کامیاب نہیں ہوسکے گی، اب اسے صرف انتظار کرنا تھا، مگر وہ اس ناکامی پر دلبرداشتہ تھی اور اس کے آنسو شفاف موتیوں کی طرح اس کے رخساروں پہ اتر رہے تھے۔
وہ چاروں لڑکے بھی بہت دکھی تھے، خاص طور سے زیرو گینگ کا سب سے خوبصورت اور قوی ہیکل لڑکا راحم شیری اس سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ زریجہ کی یہ حالت دیکھ کر ان چاروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے، پھر شیری کا اشارہ پا کر وہ زریجہ سے سویرے آنے کا وعدہ کرکے خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے، جاتے جاتے انہوں نے ایک بار پھر زریجہ کو تسلی دی کہ وہ صبح ایسے انتظامات کے ساتھ لوٹیں گے جن سے ریحان کی تلاش میں آسانی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی باقی کوششیں بھی کریں گے۔
ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک زریجہ اسی حالت میں بیٹھی رہی، پھر بستر پر لیٹ گئی۔ لیٹنے سے پہلے اس نے لیمپ کے زرد شعلے کی طرف دیکھا اور شعلہ بجھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کمرے میں مکمل اندھیرا پھیل گیا۔ وہ اس تاریکی میں چھت پر نجانے کیا کیا دیکھتی رہی، پھر اس نے خود کو سونے کے لئے ہدایات دیں اور چند لمحوں کے بعد آنکھیں موند کر گہری نیند سوگئی۔
پتہ نہیں یہ نیند کا کرشمہ تھا کہ صبح کو جب وہ سو کر اٹھی تو ہشاش بشاش تھی۔ باہر روشن اور چمکیلی دھوپ نے اسے فرحت اور تازگی کا احساس دیا، پھر اس نے دیکھا کہ وہ چاروں لڑکے اس کے کمرے کے باہر موجود ہیں، انہیں جب یہ پتہ چلا کہ وہ جاگ گئی ہے تو وہ اندر داخل ہوگئے۔
وہ زریجہ کے لئے بھنی ہوئی ران کا گوشت ابلے ہوئے انڈے ڈبل روٹی اور دودھ کا ایک پیکٹ لے کر آئے تھے۔ یہ ناشتہ اس وقت بڑا مزیدار تھا۔ ناشتے سے فارغ ہوئی تو شیری نے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے شہر کا ایک مکمل نقشہ نکالا اور زریجہ کے سامنے پھیلا دیا۔ زریجہ نے فوراً ہی وہ جگہ تلاش کرلی جہاں یہ حادثہ ہوا تھا اور پھر یہ طے کیا گیا کہ ریحان کی تلاش اسی جگہ سے شروع کی جائے۔ وہ چاروں زریجہ سے اس فیصلے کی رضامندی لینا چاہتے ہی تھے، لیکن نجانے کیوں زریجہ اس وقت اپنے آپ میں نہیں تھی۔
زریجہ کی آنکھیں سختی سے بند ہوگئی تھیں آپ میں نہیں تھی۔ وہ سب خاموشی سے زریجہ کی طرف دیکھتے رہے، انہیں لگ رہا تھا کہ یہ لڑکی بیمار ہے، زریجہ کے ماتھے کی کھال اس وقت اس طرح سکڑ گئی تھی کہ گویا اس کی تمام سوچیں کسی ایک نقطے پر مرکوز ہوگئی ہوں، اس وقت وہ اپنے تصور اور تخیل دونوں کو حرکت میں لے آئی تھی اور ایک واضح منظر دیکھ رہی تھی، آخرکار اس نے ایک مردانہ آواز سنی جیسے کوئی گہرے کنوئیں سے بول رہا ہو اور کچھ لمحوں کے بعد اس نے حیرت انگیز اور عجیب و غریب مشینیں دیکھیں۔ زریجہ کے خیال میں یہ مشینیں کسی ہسپتال میں ہوسکتی تھیں۔
"ہس.. پتا..ل" زریجہ کے منہ سے نکلا اور پھر ایک آواز ابھری۔
"میں رچرڈ لیموس ہوں، ڈاکٹر رچرڈ لیموس میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی آنکھیں کھولو...."
اور ریحان کی آنکھیں کھل گئیں، اس وقت وہ آپریشن ٹیبل پر لیٹا ہوا تھا، اس کے دونوں ہاتھ اور پیر چمڑے کے مضبوط تسموں کے ساتھ کسے ہوئے تھے۔ اس کے پیٹ سینے اور دوسرے حصوں سے مشین کے تار الگ کردیئے گئے تھے، بس اس کا سر فولاد کے ایک مضبوط خول کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔
ڈاکٹر رچرڈ لیموس ایک مختصر آپریشن کے بعد انسانی دماغ کو کنٹرول کرنے والے الیکٹرانک آلے کو ریحان کے کانوں میں فٹ کرچکا تھا۔ اب ڈاکٹر رچرڈ کی آواز اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک کنٹرول یونٹ کے ذریعے براہ راست ریحان کے ذہن کے ایک خاص حصے تک پہنچ رہی تھی۔ اس وقت اس کا ذہن بالکل سادہ تھا۔ اس کے پاس اپنی کوئی یادداشت نہیں تھی، اس وقت نہ وہ اپنے ارادے کو حرکت میں لاسکتا تھا نہ اپنے تخیل اور شعور کے ذریعے اپنی سوچ اور یادداشت کے کسی حصے کو جگا سکتا تھا، اس وقت وہ صرف ایک ہی بات جانتا تھا اور وہ یہ کہ ایک طاقتور آواز اس سے جو بھی کہے گی اسے اس پر عمل کرنا ہے اور یہ وہی آواز اس سے مخاطب تھی۔
"تم اس وقت مکمل طور پر میرے قبضے میں ہو اور وہی کرو گے جس کا تمہیں حکم دیا جائے گا"
وہ اپنے الیکٹرانک آلے کو ہونٹوں سے لگائے ریحان کے قریب کھڑا ہوا تھا، ریحان کے سرہانے کھڑی ہوئی پیری اس وقت کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار تھی، اس کے ہاتھ میں یقینی طور پر ریحان کو قابو میں رکھنے کا واحد ہتھیار خواب آور انجکشن تھا، جسے وہ دوبار پہلے بھی آزما چکے تھے، ڈاکٹر لیموس کا حکم تھا کہ پیری جیسے ہی خطرہ محسوس کرے تو یہ انجکشن اس کے جسم کے کسی بھی حصے میں داخل کردے۔
"اب تم کچھ بھی نہیں سوچو گے اور صرف میرے حکم پر عمل کرو گے، میری بات سمجھ رہے ہو"
"ہاں۔"
"ٹھیک ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم یہاں سے خود کو آزاد کراؤ۔" دوسرے ہی لمحے ریحان نے اپنے سر کو ایک خفیف سا جھٹکا دیا اور اس کے ساتھ ہی اسٹیل کا بنا ہوا فولادی ہک جس نے ریحان کے سر کو جکڑ رکھا تھا ایک جھٹکے سے ٹوٹ کر دور جا گرا، اگر اس لمحے وہ کمپنی جس نے آپریشن ٹیبل پر خطرناک مریضوں کا قابو میں رکھنے کے لئے یہ ہک بنایا تھا یہ حیرت انگیز مظاہرہ دیکھ لیتی تو اس کمپنی کے لوگ حیرت کے مارے بے ہوش ہوجاتے۔
دوسرے ہی لمحے ریحان نے اپنے بازوؤں کو حرکت دی اور اس کے دونوں ہاتھ کلائیوں کے پاس سے چمڑے کے مضبوط تسموں سے آزاد ہوگئے، رچرڈ لیموس اور پیری نے دیکھا کہ مضبوط تسمے پرانے بوسیدہ کپڑے کی طرح پھٹ کر الگ ہوگئے اور ریحان اٹھ کر آپریشن ٹیبل پر بیٹھ گیا
"بہت شاندار، تم واقعی زبردست طاقت کے مالک ہو، دیکھا تم نے میڈم پیری، دیکھا تم نے اس وقت میرے قبضے میں کیسی قوت ہے، جس کے متعلق دنیا بھر کے سائنسدان ابھی تصور بھی نہیں کرسکتے اور اب یہ قوت میری ملکیت ہے۔"
ڈاکٹر رچرڈ لیموس کا خیال تھا کہ پیری اس کے اس کارنامے کو سراہے گی لیکن پیری کا چہرہ بگڑ گیا اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"آخر ہم اس طاقت سے کیا کام لیں گے، کیا اس طاقت سے لوگوں کی بیلٹیں کھولا کروگے"
رچرڈ لیموس نے حقارت آمیز نگاہوں سے پیری کی طرف دیکھا اور بولا۔
"افسوس تمہارے پاس تو دماغ ہی نہیں ہے جس سے تم میرے سائنسی منصوبوں کو سمجھ سکو، یہ لڑکا اس وقت دنیائے سائنس کا سب سے بڑا عجوبہ ہے اور اس عجوبے سے لئے جانے والے کاموں کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔"
اس دوران دانیال جو خاموشی سے لیبارٹری میں داخل ہوکر حیرت سے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، تعریفی لہجے میں بولا۔
"بڑے لوگوں کے کام بھی بہت بڑے ہوتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ڈاکٹر رچرڈ لیموس بہت بڑے سائنس دان ہیں۔"
رچرڈ کو دانیال کی آمد کا کوئی اندازہ نہیں تھا وہ فوراً ہی اس کی طرف گھوما اور بولا۔
"تم یہاں کب داخل ہوئے، اور وہ بھی بغیر اجازت..وہ ایک دم سے بگڑ گیا تھا، دوسرے لمحے وہ مائنڈ کنٹرول یونٹ پر ریحان سے مخاطب ہوگیا۔
"لڑکے.. مسٹر دانیا جن کی تم نے زندگی بچائی ہے انہیں اب تک تمہاری طاقت اور حیرت انگیز صلاحیتوں پر یقین نہیں ہے، تم انہیں اپنی طاقت کا یقین دلاؤ۔ یہ جسمانی طور پر تھک چکے ہیں انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"
اس کے ساتھ ہی اس نے آپریشن ٹیبل کے ساتھ منسلک ایک خاص مشین کی طرف اشارہ کیا اور ریحان کی نگاہیں اس کی طرف تک گئیں اور اس نے ٹکٹکی لگا کر اس مشین کو گھورنا شروع کردیا، اس کے ساتھ ہی آپریشن ٹیبل کے ساتھ ایک اسٹینڈ پر لگی ہوئی مشین اپنے ربڑ کے پہیوں پر گھومتی ہوئی نیچے آگئی تھی، دانیال کو ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، مشین کے ساتھ منسلک ربڑ ماسک اچانک ہی مشین سے الگ ہوا اور اڑتا ہوا دانیال کے قریب آکر اس کے چہرے پر فٹ ہوگیا اس ربڑ ماسک کے ساتھ آکسیجن کے علاوہ بے ہوشی کی نیند طاری کرنے والی گیس کی نالیاں بھی منسلک تھیں، ساتھ ہی کسی ان دیکھی قوت نے دانیال کو فرش سے اٹھا کر آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا۔
دانیال اس بری طرح بوکھلا گیا تھا کہ احتجاج بھی نہ کرسکا، اس نے ربڑ ماسک کو چہرے سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ تو کسی زہریلے بچھو کی طرح اس کے چہرے سے چپک کر رہ گیا تھا، دانیال کا جسم چند لمحوں تک آپریشن ٹیبل پر تڑپا اور ساکت ہوگیا۔ (جاری ہے)

شام کے سائے تلے

تحریر: بسمیٰ راحت

(قسط نمبر 10)

......گذشتہ قسط کا آخری پیراگراف)

''جمن اپنا پیارا جمن، بھلا وہ یہ بات کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی اور اس کی اللہ رکھی کی طرف نگاہ بھر کر دیکھے، کل میری اس سے گفتگو ہوئی تھی وہ اختر کے ساتھ ڈبل لڑنے کے تیار ہے۔''

''کیا لڑنے کو تیار ہے؟''

''ڈوئل کو وہ ڈبل ہی کہتا ہے، میں نے سوچا کیا فرق پڑتا ہے بہر طور وہ کسی بھی وقت اختر سے ڈوئل لڑسکتا ہے، بس میرے اشارے کی ضرورت ہوگی۔''

''ہوں میرا خیال ہے اللہ رکھی تیرا پلان کمزور ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ جمن بذات خود ایک بیوقوف آدمی ہے، اختر اسے چٹکیوں میں اڑا کر رکھ دے گا، بھلا وہ اختر سے کیا لڑسکتا ہے، بلکہ میرے خیال میں تو نے اس سے تذکرہ کرکے اچھا نہیں کیا، جاہل بیوقوف آدمی ہے، کسی بھی وقت مصیبت بن سکتا ہے اور پھر اس لڑائی کی بنیاد بھی سب کے سامنے آئے گی۔ اختر کی پوزیشن کافی مضبوط ہے، جناب احسان صاحب کے عزیز ترین دوست کا بیٹا ایک ملازم اس کے منہ آیا تو میرا خیال ہے پھر جمن کے لئے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی، نہیں یار یہ پلان غلط ہے، جمن بیچارے کی گردن میں پھانسی کا پھندہ کیوں ڈال رہی ہو، وہ کچھ بھی نہیں کرسکے گا اختر تو اس سے ذرا بلند سطح کا آدمی ہے۔

(آگے پڑھیے)

اس کے لئے ذرا بلندی پر کھڑے ہوکر ہی کام کرنا پڑے گا اور پھر جب جمن اور اختر کی لڑائی کی بنیاد سامنے آئے گی تو رسوا ہوجائے گی، اور یہ بات کسی طور مناسب نہیں ہے، ندرت تفریحات اپنی جگہ ہمارے اپنے کردار محفوظ رہنا چاہیئے۔'' ثناء کی گفتگو پر ندرت بھی سوچ میں ڈوب گئی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں اب تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہوگئی، بہر حال جمن کو سمجھا دینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا، لیکن ان اختر صاحب کو معاف نہیں کیا جاسکتا، کیوں کیا کہتی ہو۔''

''خود ہی سوچو، خود ہی کوئی کارروائی سوچا اختر نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی تو نہیں ہے، لیکن بہر طور اس بات کا احساس دلانا ہوگا کہ غلط لوگوں سے بھڑا ہے وہ اور اسے نقصان اٹھانا پڑے گا

''ٹھیک ہے چیف، پھر کوئی تدبیر کرتے ہیں۔'' ندرت نے پرخیال انداز میں رخسار کھجاتے ہوئے کہا، اس موضوع پر بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر وہ دونوں باہر نکل آئیں، باہر آنے کے بعد چہل قدمی کے انداز میں وہ لان کی جانب بڑھ رہی تھیں کہ دور سے ردا نظر آئی اور ثناء اور ندرت اچھل پڑیں۔

''یہ آج کیا ہوگا، وہ ردا ہے۔'' ندرت نے کہا اور ثناء آنکھیں میچ میچ کر کھولنے لگی۔

''لگ تو وہی رہی ہے۔''

''مگر آج غیر متوقع بات کیسے ہے؟''

ردا اسی سمت آرہی تھی، اب وہ کافی پر سکون تھی اور اس کے چہرے کی کیفیت بحال ہوگئی تھی، ثناء نے ندرت سے کہا۔

''وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ چند روز آرام کرے گی۔''

''اچھا فیصلہ کیا ہے اس نے تمام محنت تباہ کرکے کھو دی کیا شگفتہ چہرہ ہے لیکن وہ خود ہی اپنی صورت کے پیچھے پڑ گئی ہے۔''

ردا ان کے قریب پہنچی تو دونوں نے تمسخرانہ انداز میں فرشی سلام شروع کردیئے۔

''جمی ہوئی ہے تم دونوں کی، یقیناً کسی نے کسی کے خلاف سازشیں ہو رہی ہوں گی۔''

''کم از کم وہ تمہارے خلاف نہیں ہیں؟'' ندرت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم اس وقت نظر کیسے آرہی ہو تیمور انہیں پہچانتے ہو، میرا خیال ہے دن کی روشنی میں تیمور اب تمہیں پہچان بھی نہیں سکتا وہ تو صرف یہ جانتا ہے کہ شام کو جو ایک ہستی آتی ہے اور اس کے ساتھ مذاق کرتی ہے وہ ردا ہے۔''

''اب تیمور کو تو تم نے سنبھال رکھا ہے تو میری کیا ضرورت ہے۔''

''میں تو اپنا مستقبل بنا رہی ہوں، اپنے ہیرو کو پال پوس کر جوان کروں گی اور پھر اس سے شادی کرلوں گی، اس سے زیادہ پاکیزہ شخص اور اعلیٰ کردار کا مالک شوہر مجھے اور کونسا مل سکتا ہے؟'' ثناء نے کہا۔

''ثناء کی بک بک بالکل بے موقع ہوتی ہے۔'' ردا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اے ساس صاحبہ، ارادہ بدل کر دیکھو حشر کردوں گی تمہارا میرے تیمور کو مجھ سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں چھین سکتی۔''

''بابا بس زبان بند کرلے، کون چھین رہا ہے تجھ سے تیرے تیمور کو۔''

''ویسے مونالیزا آج پھر مسکرا رہی ہے غالباً حالات کافی بہتر معلوم ہوتے ہیں کھوکل کی پکنک کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں تم پر؟''

''مجھ پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہوں گے، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔''

''ارے ہاں جن پر اثرات مرتب ہوئے تھے

ان پر ہوئے ہیں، بھئی ثناء، آخر وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے، طفیلی بیگم کو شکایت ہوگی، اس بات پر کہ ان سے عیادت نہیں کی گئی، آؤ یار تفریحاً ہی چلیں، ذرا رشید بھائی کو دیکھ لیا جائے۔'' ندرت نے تجویز پیش کی۔

''فضول باتیں مت کرو، طفیلی بیگم سے ویسے بھی میری چلی ہوئی ہے، میں نہیں جاؤں گی۔'' ثناء نے کہا۔

''ارے ثناء، تبدیلی کے لئے صرف صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے چلتے ہیں چلو یار آؤ ردا چلتے ہیں۔''

''نہیں میں نہیں جاؤں گی، ردا نے کہا۔

''بھئی عجیب لوگ ہو تم، کوئی تجویز پیش کی جائے تو مخالفت کردی جاتی ہے، میں کہتی ہوں حرج ہی کیا ہے اس میں، آؤ ذرا دیکھ لیں یار مزہ آئے گا۔'' ندرت نے اس طرح ان دونوں کو مجبور کیا کہ بالآخر وہ طفیلی بیگم کی طرف چلنے کو تیار ہوگئیں، تھوڑی دیر کے بعد ندرت طفیلی بیگم کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

دروازہ طفیلی بیگم نے ہی کھولا تھا۔ سب سے پہلے ندرت کی شکل دیکھی۔

آؤ بیٹا اندر آؤ۔'' پھر ان کی نگاہ ثناء اور ردا پر پڑی اور ان کا چہرہ ایک دم سکڑ گیا، لیکن جانتی تھیں کہ سمندر میں رہ کر مگر مچھ سے بیر نہیں کیا جاسکتا چنانچہ اس سکڑے ہوئے چہرے کو پھر سے پھیلاتی ہوئی بولیں۔

''ارے ارے تم دونوں بھی ہو، آجاؤ اندر آجاؤ۔'' ندرت سب سے پہلے اندر داخل ہوئی تھی پھر ردا اور اس کے بعد ثناء، ردا تو رشید کے چہرے پر تھوکنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ لیکن دوسروں پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی، اس لئے اس نے شدت سے مخالفت نہیں کی اور ان دونوں کے ساتھ آگئی، البتہ کمرے میں رشید کو نہ دیکھ کر اسے

تفسیر شہاب کا جگری دوست تھا، اگر اسے اسٹیشن پر ریسیو نہ کیا جاتا تو بگڑ جاتا، اس لئے نجانے کتنے عرصے کے بعد شہاب نے ریلوے اسٹیشن پر قدم رکھا تھا۔ سیاہ چادر گیٹ سے نکلی، ٹکٹ چیکر جگہ چھوڑ چکا تھا اس لئے گیٹ خالی پڑا تھا

کسی قدر سکون ہوا تھا۔

''رشید بھائی کہاں گئے، کل تو بیچارے کے ساتھ بڑی بری ہوئی تھی۔''

''ستیاناس کرادیا تم نے میرے بچے کا، کسی نے بھی خیال نہ رکھا اس معصوم جان کا، میں کہتی ہوں ان کمبخت کوؤں کو رشید ہی نظر آیا کوئی اور نہیں چڑھا ان کی نظر میں۔''

''حالانکہ رشید بھائی اتنے کالے بھی نہیں ہیں۔'' ثناء نے کہا اور ردا بے اختیار ہنس پڑی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا بی بی؟'' طفیلی بیگم ناک چڑھا کر بولیں۔

''نہیں نہیں میرا مطلب تو یہ تھا کہ رشید بھائی شکل سے کوے نہیں لگتے کہ کوے انہیں اپنا ساتھی بنا لیتے۔'' ثناء نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا

''اب جو بھی کہہ لو بی بی تمہارا خون ہے، الگ نہیں ہے تم سے۔'' طفیلی بیگم نے کہا۔

''رشید بھائی کہاں گئے خالہ جان ہم لوگ انہیں دیکھنے آئے تھے۔'' ندرت نے جلدی سے صورت حال سنبھالی، یہاں تو ایک نیا ہی محاذ کھلا جا رہا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے ثناء کو آنکھ بھی ماری تھی طفیلی بیگم بدستور جلے کٹے لہجے میں بولیں۔

''اللہ کی نگاہ سیدھی چاہیئے بی بی، دشمن تو کرنی میں کسر نہیں چھوڑتے، پتہ نہیں کیا ہوا میرے بچے کے ساتھ، کتنے نازوں سے پالا ہے میں نے اسے، لیکن میرا بس چلے تو ان سارے کوؤں کو گولی ماردوں۔''

''بالکل ماردینی چاہیئے خالہ جان، بلکہ اتفاق سے ہمارے پاس گولیاں نہیں تھیں ورنہ ہم وہیں ماردیتے۔'' ندرت نے جلدی سے کہا اور پھر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی بولی۔

''لیکن یہ رشید بھائی گئے کہاں؟''

''بس بیٹا مرد بچہ ہے، بہادری میں اپنی مثال نہیں رکھتا، دنیا کی ناقدری کا شکار ہے، ورنہ اس جیسا تو ہونا مشکل ہے، کیسی تکلیف کا ہے کی تکلیف، تیار ہوا اور گھر سے باہر نکل گیا۔''

''خالہ جان میں آپ کی بات سے بالکل اتفاق کرتی ہوں، درحقیقت اس میں بھی دشمنوں کی چال ہے، ویسے رشید بھائی نے اس بارے میں کچھ بتایا نہیں آپ کو؟''

''کیا بتاتا بی بی وہ ہنس رہا تھا، کہنے لگا کوے پیچھے پڑ گئے اور بس ان سے جان بچانا مشکل ہوگیا، ارے تم لوگوں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔''

''لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے خالہ جان کہ کوے پیچھے کیسے پڑ گئے، آپ نے رشید بھائی کا پورا بدن تو ٹٹول لیا تھا۔'' ثناء نے کہا اور طفیلی بیگم ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگیں۔

پھر طفیلی بیگم اسی حیرت بھرے لہجے میں بولیں ''کیا مطلب؟''

''میں کہتی ہوں آخر کوے ان کے ہی پیچھے کیوں پڑ گئے، کوئی نہ کوئی تو وجہ ہوگی کہیں دشمنوں نے کوئی کارروائی تو نہیں کی، کوئی ایسا تعویذ وغیرہ تو نہیں باندھ دیا گیا ان کے بدن پر کہ کوؤں کو وہ ہی نظر آگئے۔'' طفیلی بیگم نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے ثناء اور پھر ردا کی طرف دیکھا پھر بولیں

''خدا جانے۔''

''تعویذ کون باندھے گا رشید بھائی کے کسے اتنی فرصت ہے کہ ان کے چکر میں پڑے۔''

''خیر یہ بات نہ کہو بی بی۔ دشمن بڑے حاسد ہوتے ہیں، کسی کو سکون سے دیکھنا پسند نہیں کرتے، ارے کیا نہیں کیا ان عارفہ بیگم نے میرے لئے اور کیا نہیں کراتیں مجھے دوسروں کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش کی تھی لیکن اللہ نے خود ہی انہیں گرادیا، میں تو شریف ہوں، دوسروں کا درد رکھتی ہوں اپنے دل میں ورنہ کونے کونے بدنام کردیتی ان عارفہ بیگم کو اور آج بھی کسے معلوم نہیں ہے کہ جس تھال میں کھایا اسی میں سوراخ کیا شریف لوگ ہیں زبان بند کرکے بیٹھ گئے تو اس کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ داغ دھل گئے۔

''عارفہ خالہ پر یہ الزام ہے خالہ جان۔'' ثناء نے جذباتی ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں بی بی، اب آنکھوں دیکھ کے مکھی نگل لی جائے تو کوئی کیا کہے، یہ کیسا الزام ہے بی بی جو چیز ان کے پاس سے ملی اس سے بھی نگاہیں چرالی جائیں، بیٹی تم مجھ سے الگ نہیں ہو، میرے ہی جگر کا ٹکڑا ہو، تمہارے سامنے منہ کھولنے کی مجال نہیں رکھتی لیکن بڑی ہونے کی حیثیت سے ایک بات ضرور کہتی ہوں کہ یہ غریب رشتے دار امیروں پر اپنا جال مضبوط رکھنے کے لئے نجانے کیا کیا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں، ندرت بیٹا، انہیں عارفہ کے چنگل سے بچاؤ، وہ تعویذ گنڈے والی عورت ہے، پتہ نہیں میری ثناء کو کیا کردیا کہ میرا خون ہی مجھ سے باغی ہوگیا'' (جاری ہے)

برادر ملک ایران کسی غلط اندازے سے بچنے کیلئے سمجھداری کا مظاہرہ کرے گا

فیلڈ مارشل عاصم منیر کی سعودی عرب کے وزیرِ دفاع شہزادہ خالد بن سلمان سے ہونیوالی تاریخی ملاقات

’بلا اشتعال جارحیت علاقائی سلامتی اور استحکام کے لیے کوششوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور تنازعات کے پرامن حل کے لیے آپشنز کو روکتی ہے۔ بحران کے پرامن حل کے خواہاں دوست ممالک کے ہاتھ مضبوط کرے گا‘۔

میری بات

روہیل اکبر

پاکستان کی دفاعی سفارت کاری کا ایک شاندار باب، جہاں برادری کی قربت، اسٹریٹجک حکمت عملی اور علاقائی استحکام کی بلند ترین اقدار ایک دوسرے سے مل کر ایک نئی جہت اختیار کر رہی ہیں، فیلڈ مارشل عاصم منیر کی سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ خالد بن سلمان سے ہونے والی تاریخی ملاقات نے نہ صرف دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعاون کو ایک نئی بلندی عطا کی بلکہ اس نے پورے خطے کے لیے ایک پیغام امن اور سمجھداری کا بھی اعلان کیا ہے، جس کی گونج دور دور تک سنائی دے رہی ہے، کیونکہ اس ملاقات میں گذشتہ برس طے پانے والے باہمی دفاعی معاہدے کے تحت ایرانی ممکنہ حملوں کو روکنے کے لیے مشترکہ اقدامات پر گہرا تبادلہ خیال کیا گیا اور پاکستان فوج کے شعبہ تعلقات عامہ آئی ایس پی آر نے اسے ایک ایسے موقع کے طور پر پیش کیا جہاں دونوں رہنماؤں نے سعودی عرب پر ایرانی ڈرون اور میزائل حملوں سے پیدا ہونے والی سکیورٹی صورتحال کی سنگینی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے علاقائی سلامتی کے لیے ایک سنگین چیلنج قرار دیا اور اس سٹریٹجک باہمی دفاعی معاہدے کے فریم ورک کے اندر انھیں روکنے کے لیے ایک متحدہ اور مضبوط حکمت عملی پر اتفاق کیا جو نہ صرف دونوں ممالک کے مفادات کی حفاظت کرے گا بلکہ پورے خلیج اور مشرق وسطیٰ کو ایک پرامن ماحول فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

اس ملاقات کے دوران فریقین نے اس بات پر زور دیا کہ بلا اشتعال جارحیت علاقائی سلامتی اور استحکام کے لیے جاری کوششوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہے اور تنازعات کے پرامن حل کے تمام ممکنہ آپشنز کو بند کر دیتی ہے، کیونکہ ایسے اقدامات نہ صرف متاثرہ ممالک کی خودمختاری کو چیلنج کرتے ہیں بلکہ پورے خطے کی معاشی، سیاسی اور دفاعی ڈھانچے کو کمزور کرتے ہوئے ایک نئی جنگ کی آگ بھڑکا سکتے ہیں جو کہ کسی بھی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا، اس لیے فریقین نے امید اور خواہش کا اظہار کیا کہ برادر ملک ایران کسی بھی غلط اندازے یا غلط فہمی سے بچنے کے لیے سمجھداری کا مظاہرہ کرے گا اور بحران کے پرامن حل کے خواہاں دوست ممالک کے ہاتھ مضبوط کرے گا تاکہ خطے میں امن کی روشنی پھیلے اور کوئی بھی ملک اپنی سرزمین کو تنازعات کی بھٹی میں جھونکنے پر مجبور نہ ہو، یہ پیغام نہ صرف ایک سفارتی بیان تھا بلکہ ایک اسٹریٹجک انتباہ بھی تھا جس نے ایران کو اس بات کی یاددہانی کرائی کہ علاقائی بھائی چارے کی بنیاد پر ہی استحکام ممکن ہے اور جارحیت کی راہ پر چلنے سے صرف نقصان ہی ہوگا۔

اس ملاقات کے فوراً بعد سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ خالد بن سلمان نے سنیچر کے روز ایک طاقتور اور واضح بیان جاری کرتے ہوئے ایران پر زور دیا کہ وہ سمجھداری سے کام لے اور کسی بھی غلط اندازے سے گریز کرے، انہوں نے اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر لکھا کہ ہم نے سعودی عرب پر ایران کے ممکنہ حملوں اور انھیں روکنے کے لیے ضروری مشترکہ اقدامات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا ہے اور اس بات پر زور دیا کہ اس طرح کے اقدامات خطے کی سلامتی اور استحکام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں اس لیے ہمیں پوری امید ہے کہ ایرانی فریق دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی غلط اندازے سے گریز کرے گا اور اس ملاقات میں مملکت پر ایرانی حملوں اور انھیں روکنے کے لیے مشترکہ سٹریٹجک دفاعی معاہدے کے تحت درکار اقدامات پر گہری بات چیت کی گئی جو کہ دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعاون کی ایک نئی مثال قائم کر رہی ہے، یہ بیان نہ صرف سعودی عرب کی دفاعی پالیسی کی عکاسی کرتا ہے بلکہ پاکستان جیسے برادر ملک کے ساتھ اس کی غیر متزلزل قربت کو بھی اجاگر کرتا ہے جو کہ سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا رہا ہے۔

یاد رہے کہ گذشتہ برس پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دفاعی معاملات میں تعاون اور سلامتی سے متعلق باہمی دفاع کا سٹریٹجک معاہدہ طے پایا تھا جس کے تحت کسی ایک ملک کے خلاف بیرونی جارحیت کو دونوں ملکوں کے خلاف جارحیت تصور کیا جائے گا اور یہ معاہدہ نہ صرف دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعاون کو ایک نئی بلندی عطا کرتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا اسٹریٹجک فریم ورک بھی فراہم کرتا ہے جو کہ کسی بھی ممکنہ خطرے کے خلاف متحدہ صف بندی کی ضمانت دیتا ہے، سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان اور پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف نے ریاض میں اس معاہدے پر دستخط کیے اور اس کے بعد سعودی وزیر دفاع خالد بن سلمان نے ایکس پر لکھا کہ سعودیہ اور پاکستان جارح کے مقابل ایک ہی صف میں ہمیشہ اور ابد تک، یہ الفاظ نہ صرف ایک بیان تھے بلکہ ایک وعدہ بھی جو کہ دونوں ممالک کے درمیان بھائی چارے کی گہرائی کو ظاہر کرتے ہیں اور اس معاہدے نے پاکستان کی دفاعی پالیسی کو ایک نئی جہت دی ہے جس میں سعودی عرب کی سرزمینی سالمیت اور استحکام کو پاکستان کی اپنی دفاعی سالمیت کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔

ایران پر امریکہ اور اسرائیل کے حالیہ حملوں کے بعد تہران نے سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر اور متحدہ عرب امارات میں موجود اہداف پر جواباً میزائل اور ڈرون حملے کیے جن کا بنیادی ہدف سعودی عرب سمیت تمام خلیجی ممالک میں موجود امریکی فوجی اڈے تھے اور جنگ کے آغاز سے اب تک ایران نے اپنے عرب پڑوسیوں پر سینکڑوں میزائل اور ڈرون داغے ہیں یہاں تک کہ قطر کی وزارتِ خارجہ کے ترجمان ماجد الانصاری نے منگل کو ایک پریس بریفنگ میں کہا کہ تمام ریڈ لائنز پہلے ہی عبور کی جا چکی ہیں، یہ صورتحال خطے کو ایک نئی آزمائش سے دوچار کر رہی ہے جہاں ایران کی جارحانہ پالیسی نہ صرف خلیجی ممالک کی سلامتی کو چیلنج کر رہی ہے بلکہ پورے مشرق وسطیٰ کے استحکام کو بھی خطرے میں ڈال رہی ہے اور اس تناظر میں پاکستان کی پوزیشن انتہائی نازک اور اسٹریٹجک اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ایک جانب ہمسایہ مسلم ملک ایران ہے جس کے ساتھ تاریخی، ثقافتی اور مذہبی رشتے گہرے ہیں تو دوسری جانب سعودی عرب سے دفاعی معاہدہ اور قطر سمیت دیگر خلیجی ممالک سے دوستانہ روابط جو کہ لڑکھڑاتی معاشی صورتحال میں پاکستان کو مسلسل سہارا فراہم کر رہے ہیں۔

پاکستان نے ایران پر اسرائیل کے حملے کی پرزور مذمت کی اور تہران کی جانب سے سعودی عرب میں امریکی فوجی اڈوں پر حملوں کے بعد وزیر اعظم پاکستان شہباز شریف نے سعودی عرب کو یقین دلایا کہ پاکستان ہر وقت اور ہر مشکل گھڑی میں سعودی عرب کے ساتھ کھڑا رہے گا، یہ متوازن پالیسی بیانات جہاں پاکستان کو دو کشتیوں میں سوار ہونے کے مترادف قرار دیے جا رہے ہیں وہاں یہ سوال بھی اٹھ رہا ہے کہ سعودی عرب سے دفاعی معاہدہ ہونے کے باعث اگر پاکستان کو ایران کے خلاف ہتھیار اٹھانے پڑے تو کیا مسائل سامنے آ سکتے ہیں اور یہ ایک ایسا اسٹریٹجک سوال ہے جس کا جواب نہ صرف پاکستان کی خارجہ پالیسی کی گہرائی کو جانچتا ہے بلکہ خطے کی مستقبل کی شکل بھی متعین کر سکتا ہے، برطانوی نشریاتی اداروں نے تجزیہ کاروں اور سابق سفارت کاروں کے سامنے یہ سوالات رکھے اور ان سے جاننا چاہا کہ اس مشکل صورتحال میں پاکستان کے سامنے کیا ممکنہ راستے باقی ہیں جو کہ ایک طرف تو ایران کے ساتھ ہمسائیگی کی ذمہ داری نبھانے کا تقاضا کرتے ہیں اور دوسری طرف سعودی عرب کے ساتھ دفاعی وعدوں کی پاسداری بھی۔

اس سے پہلے کہ ہم اس سوال کے ممکنہ جوابات پر غور کریں آیئے پاکستان کی جانب سے اس معاملے پر جاری پالیسی بیانات کا جائزہ لیں، پاکستان کے وزیر خارجہ اسحاق ڈار نے ایران کے ساتھ امریکہ اور اسرائیل کی جنگ اور مختلف ممالک پر جوابی حملوں کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال پر ایک جامع پالیسی بیان دیتے ہوئے کہا کہ ایران ایٹمی ہتھیار نہ بنانے پر متفق ہو گیا تھا جوہری مذاکرات میں مثبت پیشرفت کے باوجود ایران پر حملہ کیا گیا اور ایران پر حملہ ہونے پر پاکستان نے کھل کر اس کی مذمت کی، ان کا کہنا تھا کہ ایران کو سعودی عرب کی سرزمین حملوں کے لیے استعمال نہ ہونے کی یقین دہانی پاکستان نے لے کر دی اور ایران کے معاملے پر پاکستان کی پرخلوص سفارتی کوششوں کو ملک کے اندر غلط رنگ دینا مناسب نہیں کیونکہ یہ کوششیں نہ صرف علاقائی امن کے لیے ہیں بلکہ پاکستان کی خودمختاری اور اسٹریٹجک مفادات کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔

اسحاق ڈار نے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ آپ نے دیکھا کہ سعودی عرب اور عمان کے خلاف کافی کم ردعمل ہوا ہے اور حکومت کی طرف سے مذاکرات کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہم پوری طرح آن بورڈ ہیں میں اور ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی براہ راست رابطے میں ہیں ہمیں رابطے کے لیے دفتر خارجہ کی ضرورت نہیں، ان کا کہنا تھا کہ ہم سلامتی کونسل میں اس قرارداد کے ساتھ کھڑے ہوئے جس میں ایران سے پابندی ہٹانے کا کہا گیا تھا ایران کی پارلیمنٹ میں پاکستان کا شکریہ ادا کیا گیا ہم نے 28 فروری کو سکیورٹی کونسل کا ہنگامی اجلاس کروایا سکیورٹی کونسل میں ہم نے ایران پر حملے کی مذمت کی اور عرب ممالک کے ساتھ مل کر ایران کے ساتھ اظہار یکجہتی کی، ایک اور بیان میں انہوں نے کہا کہ ایران کے خلیجی ممالک پر حملوں کے بارے میں کہا گیا یہ امریکی اڈوں پر ہیں مگر تفصیلات کے مطابق ایئرپورٹس اور انفراسٹرکچر کو بھی نشانہ بنایا گیا جن میں پاکستانی بھی شہید ہوا اگر ایران ایسا نہ کرتا تو ہم ان ممالک کو ساتھ ملا کر موثر آواز بن سکتے تھے، یہ بیانات پاکستان کی خارجہ پالیسی کی ایک متوازن تصویر پیش کرتے ہیں جو کہ جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے امن کی راہ کو کھلا رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

یاد رہے کہ ایران کے جوابی حملوں میں امریکہ کے فوجی اڈوں کو نشانہ بنائے جانے کی اطلاعات کے بعد وزیر اعظم محمد شہباز شریف نے سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان سے ٹیلیفون پر گفتگو میں اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملے کے نتیجے میں پیدا ہونیوالی سنگین علاقائی کشیدگی اور بعد ازاں بعض خلیجی ممالک پر ہونیوالے افسوسناک حملوں کی شدید مذمت کی تھی اور یہ گفتگو نہ صرف دونوں ممالک کے درمیان اعتماد کو مزید مضبوط کرتی ہے بلکہ پاکستان کی سعودی عرب کے ساتھ غیر متزلزل حمایت کو بھی واضح کرتی ہے، اب اگر ہم پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی دفاع کے سٹریٹجک معاہدے پر نظر ڈالیں تو یہ معاہدہ نہ صرف دفاعی تعاون کو فروغ دیتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا اسٹریٹجک اتحاد بھی قائم کرتا ہے جو کہ کسی بھی بیرونی جارحیت کیخلاف دونوں ممالک کو متحد کرتا ہے

(باقی صفحہ 15 پر)

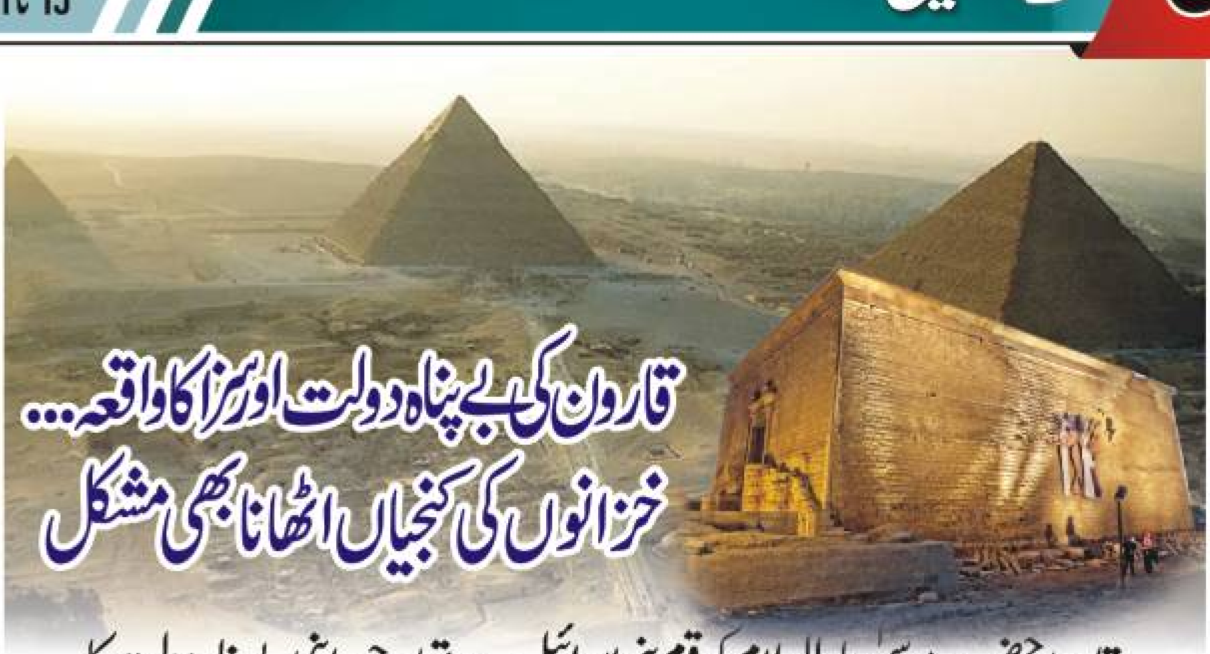

قارون کی بے پناہ دولت اور سزا کا واقعہ...
خزانوں کی کنجیاں اٹھانا بھی مشکل

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے تھا، جسے اپنی بے پناہ دولت کا غرور تھا، زمین شق ہوئی، خزانوں کا مالک زمین میں دھنس گیا

......میگزین رپورٹ......

زمین شق ہوئی اور وہ شخص، جس کے خزانوں کی کنجیاں کئی طاقتور آدمیوں پر بھاری تھیں، زمین میں دھنسا دیا گیا۔۔۔

مسیحیت اور یہودیت دونوں میں مرکزی حیثیت رکھنے والے مذہبی متون کے مجموعے بائبل میں اس شخص کو 'قورح' کہا گیا جبکہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن میں 'قارون'۔

مفسرین کے مطابق مسلمانوں کی مقدس کتاب میں قارون کا واقعہ (یعنی ایک انتہائی دولتمند شخص کی بنی اسرائیل کی جانب بھیجے گئے پیغمبر حضرت موسیٰ کی مخالفت) بیان کرنے کی وجہ مکہ میں قریش کے امیر کبیر افراد کی پیغمبر اسلام سے دشمنی تھی۔

قرآن مجید کی 28ویں سورہ 'القصص' میں ہے کہ '(یہ اپنے سازوسامان پر نہ اترائیں۔ انھیں بتاؤ کہ) قارون موسیٰ کی قوم ہی میں سے تھا، پھر وہ ان کے خلاف سرکش ہو گیا۔' اس سرکشی یا بغاوت کا سبب قورح کا حضرت موسیٰ سے حسد تھا کہ انھیں بنی اسرائیل نے اپنا رہنما مانا اور ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر سے نکلنے پر تیار ہوئے۔ اس واقعے کے تفصیلات اسلام کے علاوہ مسیحی مذہب سے بھی ملتی ہیں۔

بائبل میں عہد نامہ قدیم کی کتاب 'گنتی' میں درج ہے کہ 'قورح بن اضہار بن قہات بن لاوی نے بنی روبن میں سے الیاب کے بیٹوں داتن اور ابیرام اور پلت کے بیٹے اون کے ساتھ مل کر اور آدمیوں کو ساتھ لیا اور وہ اور بنی اسرائیل میں سے 250 اور اشخاص، جو جماعت کے سردار اور چیدہ اور مشہور آدمی تھے، موسیٰ کے مقابل میں اٹھے۔'

قارون کا خزانہ

قرآن میں ہے کہ 'ہم نے اُس (قورح یا قارون) کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ اُن کی کنجیاں کئی طاقتور مردوں کی جماعت بھی مشکل ہی سے اٹھاتی تھی۔'

قورح کی دولت کا بیان پہلی صدی عیسوی کے یہودی مؤرخ فلافیوس یوسفوس نے اپنی کتاب 'اینٹیکوٹیز آف دی جیوز' میں کیا ہے اور اسے عبدالماجد دریابادی نے اپنی انگریزی اور بعد میں اُردو زبان میں چھپنے والی 'تفسیر ماجدی' میں یوں نقل کیا: 'قورح ایک ممتاز حیثیت کا یہودی تھا، خاندانی حیثیت سے بھی اور اپنی دولت کے سبب بھی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو انتہائی بلند عظمت حاصل تھی۔ وہ اس بات سے ناخوش تھا اور اس وجہ سے اس نے حسد کرنا شروع کر دیا (وہ موسیٰ کے قبیلے ہی سے تھا اور ان کا ایک قرابت دار تھا)۔'

'اس کو خاص طور پر شکایت یہ تھی کہ وہ اپنی بے انتہا دولت کے سبب اور اس وجہ سے بھی کہ وہ خاندانی وجاہت میں حضرت موسیٰ سے کم نہ تھا، اس معزز منصب کا زیادہ مستحق تھا جو موسیٰ کو حاصل تھا۔'

یہودی دائرۃ المعارف (جیوش انسائیکلوپیڈیا) میں لکھا ہے کہ 'قورح کے خزانوں کی کنجیاں 300 خچروں پر لادی جاتی تھیں۔' اور یہی دولت قورح یا قارون کی سرکشی اور غرور کا باعث تھی۔

قارون کو تنبیہ

قرآن میں ہے کہ 'جب اس کی قوم کے لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ اتراؤ مت، اس لیے کہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ خدا نے تمھیں دے رکھا ہے، اُس میں آخرت کے گھر کے طلبگار بنو اور اس دنیا سے اپنا حصہ وہاں لے جانا نہ بھولو اور جس طرح خدا نے تمھارے ساتھ احسان کیا ہے، اسی طرح تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں فساد کے خواہاں نہ ہو، اس لیے کہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'

جاوید احمد غامدی اپنی تفسیر 'البیان' میں لکھتے ہیں کہ 'قوم کے دانشمند لوگوں نے نہایت شائستہ الفاظ میں قارون کو تنبیہ کی کہ خدا کی نعمتیں پا کر جو لوگ اُن کے غرور میں خدا ہی کے خلاف اکڑنے کی جسارت کریں، وہ بالآخر خدا کی پکڑ میں آ جاتے ہیں۔'

جاوید احمد غامدی کے مطابق 'مدعا یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز سراسر خدا کی بخشش ہے، اسے اپنی میراث اور اپنی قابلیت و استحقاق کا کرشمہ خیال نہ کرو۔ تمھاری ابدی زندگی میں جو کچھ اس میں سے تمھارے کام آئے گا، وہ اس کا وہی حصہ ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے تم یہاں سے وہاں لے جاؤ گے۔'

وہ مزید لکھتے ہیں کہ 'یہ خدا کا احسان ہے کہ اُس نے تمھیں اس قدر مال و دولت سے نوازا ہے۔ وہ اپنی صفات کا عکس اپنے بندوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے اور انھی لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے بندوں کے معاملے میں اسی طرح محسن ہو کر زندگی بسر کریں۔'

اس نصیحت کے بعد قارون نے کیا جواب دیا، اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ سورہ القصص میں بیان ہے: 'اس نے جواب دیا: یہ سب تو مجھے میرے ذاتی علم کی بنا پر ملا ہے۔'

قرآن کے مطابق 'کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ اس سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے بڑھ کر اور جمعیت میں اس سے کہیں زیادہ تھیں۔ اس طرح کے مجرموں سے تو ان کے گناہوں کے بارے میں سوال بھی نہیں کیا جاتا۔'

قارون کا انجام

قورح یا قارون کی شان و شوکت سے کچھ لوگ متاثر تھے اور دیگر اس کے انجام سے خائف۔

قرآن میں ہے کہ '(ایک دن) وہ اپنی شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے نکلا تو دنیا کی زندگی کے طلبگار (اسے دیکھ کر) کہنے لگے کہ جو کچھ قارون کو ملا ہے، اے کاش، ہمیں بھی ملا ہوتا! اس میں شبہ نہیں کہ وہ بڑی قسمت والا ہے۔' 'اور جن کو علم کی دولت عطا ہوئی تھی، وہ بول اٹھے کہ شامت کے مارو، جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں، ان کے لیے خدا کا اجر اس سے کہیں بہتر ہے۔ (یہی وہ حکمت ہے جس کی ہر شخص کو تمنا کرنی چاہیے) اور یہ انھی کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔'

قرآن کے مطابق قارون کا یہ انجام ہوا: 'ہم نے قارون اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، تو نہ کوئی جماعت اس کے لیے اٹھی کہ خدا کے مقابل میں اُس کی مدد کرتی اور نہ وہ آپ ہی اپنے آپ کو بچا سکا۔'

'اب وہی جو کل اُس کی جگہ ہونے کی تمنا کر رہے تھے، پکار اٹھے: ارے، یہ تو وہی بات ہوگئی (جو ہمیں بتائی جا رہی تھی) کہ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے، روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے۔'

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو یہودیت، مسیحیت اور اسلام تینوں مذاہب میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اسے قارون کہا گیا، جبکہ بائبل (عہد نامہ قدیم) میں قورح (Korah)۔ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے تھا، لیکن دولت کی فراوانی نے اسے غرور اور سرکشی میں مبتلا کر دیا۔

قارون یا قورح کے بارے میں بائبل میں کیا کہا گیا؟

تلمودی دور کے ربیوں نے نام 'قورح' کی تشریح 'گنجا پن' کے معنی میں کی ہے۔ یہ نام قورح کو اس خلا یا نقصان کی وجہ سے دیا گیا جو اس نے اپنی بغاوت کے ذریعے بنی اسرائیل میں پیدا کیا۔ بائبل میں اس کی تفصیل ہے کہ 'جب قارون کی بغاوت ایک فتنہ بننے لگی تو حضرت موسیٰ نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو مباہلے (دو لوگوں یا گروہوں کی خود کو حق پر ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرے کے خلاف بددعا) کی دعوت دی تاکہ خدا کی جماعت کے لیے خدا ہی کا فیصلہ صادر ہو جائے۔'

کتاب گنتی میں لکھا ہے کہ 'اور داتن اور ابیرام اپنی بیویوں اور بیٹوں اور بال بچوں سمیت نکل کر اپنے خیموں کے دروازوں پر کھڑے ہوئے۔ تب موسیٰ نے کہا: اس سے تم جان لو گے کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ یہ سب کام کروں، کیونکہ میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔ اگر یہ آدمی (اشارہ قارون اور اُس کے جتھے کی طرف ہے) ویسی ہی موت مریں جو سب لوگوں کو آتی ہے یا ان پر ویسے ہی حادثے گزریں جو سب پر گزرتے ہیں تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں ہوں۔'

'پر اگر خداوند کوئی نیا کرشمہ دکھائے اور زمین اپنا منہ کھول دے اور ان کو ان کے گھر بار سمیت نگل جائے اور یہ جیتے جی پاتال میں سما جائیں تو تم جاننا کہ ان لوگوں نے خداوند کی تحقیر کی ہے۔'

'اُس نے یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین اُن کے پاؤں تلے پھٹ گئی اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور اُن کو اور اُن کے گھر بار کو اور قورح کے ہاں کے سب آدمیوں کو اور اُن کے سارے مال و اسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور اُن کا سارا گھر بار جیتے جی پاتال میں سما گئے اور زمین اُن کے اوپر برابر ہو گئی اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے۔ اور سب اسرائیلی جو اُن کے آس پاس تھے، اُن کا چلانا سن کر یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ کہیں زمین ہم کو بھی نگل نہ لے۔'

کتاب گنتی ہی میں ہے کہ 'بنی اسرائیل میں سے جو لوگ قورح، داتن اور ابیرام (اور ان کے خاندانوں) کے انجام پر ناخوش تھے، انھوں نے حضرت موسیٰ پر اعتراض کیا۔ اس پر خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ اس مجمع سے الگ ہو جائیں۔ پھر خدا نے طاعون کے ذریعے 14,700 آدمیوں کو ہلاک کر دیا، جو قورح کی ہلاکت پر اعتراض کرنے کی سزا تھی۔'

قورح کے بیٹوں کی توبہ

قورح کا ذکر عہد نامہ جدید میں بھی آتا ہے، خاص طور پر یہوداہ کا خط 11:1 میں جس میں لکھا ہے کہ 'افسوس ہے ان پر! وہ قائن کی راہ پر چلے، لالچ کے باعث بلعام کی گمراہی میں جا پڑے، اور قورح کی بغاوت میں ہلاک ہو گئے۔'

یہودی شرح مدراش کے مطابق 'چونکہ قورح کی بغاوت کا اصل ہتھیار اس کا منہ تھا، اس لیے اس کی سزا یہ بنی کہ وہ زمین کے منہ میں نگلا گیا۔'

کتاب گنتی میں لکھا ہے کہ 'تاہم قورح کے بیٹے نہ مرے۔'

مدراش کا بیان ہے کہ 'زمین کے قورح کو نگلنے سے پہلے اس کے بیٹوں نے توبہ کر لی تھی، اسی لیے وہ بچا لیے گئے، اور ان کی اولاد بعد میں ہیکل (معبد) میں گانے والوں میں شامل ہوئی' (اول تواریخ 18:6)۔

یوں قورح کے بیٹوں کی کہانی توبہ کے ذریعے نجات کی علامت بن گئی، جبکہ قورح کی کہانی ہمیشہ کی ہلاکت اور ابدی سرکشی کی علامت قرار پائی۔ O

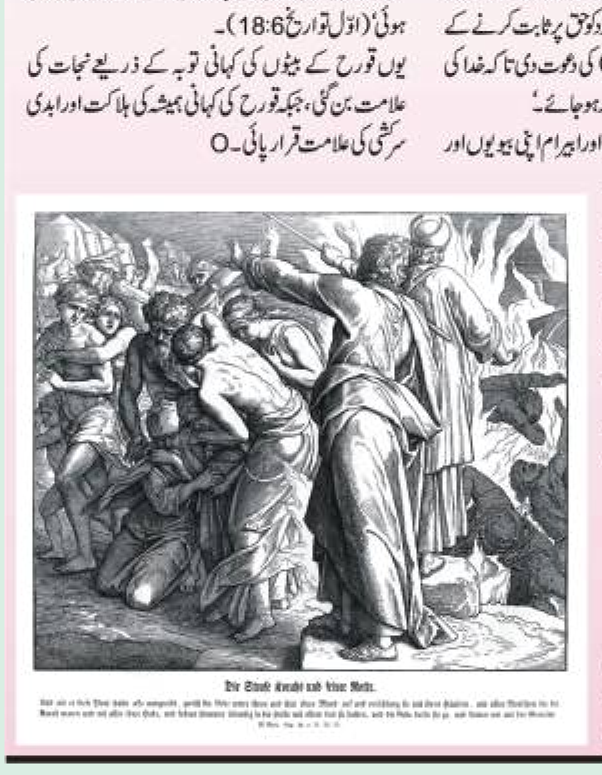

Die Strafe Korahs und seiner Rotte.

قرآن کے مطابق قارون کا یہ انجام ہوا: 'ہم نے قارون اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، تو نہ کوئی جماعت اُس کے لیے اُٹھی کہ خدا کے مقابل میں اُس کی مدد کرتی اور نہ وہ آپ ہی اپنے آپ کو بچا سکا۔'

جناح ہسپتال کو وزیراعلیٰ مریم نواز شریف کے ویژن کے مطابق ماڈل آف دی آرٹ ہسپتال بنانا ہے، پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم

مقصود خالد
بیورو چیف

جناح ہسپتال لاہور میں جدید ترین رینل ٹرانسپلانٹ یونٹ کے قیام کیلئے مریم نواز شریف نے منظوری دیدی، جلد ہسپتال کے لئے جدید ترین انڈوسکوپی مشینری بھی جلد مل جائے گی، پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال

جناح ہسپتال میں آنے والا ہر مریض ہماری فیملی کا فرد ہے، اس کا علاج معالجہ ہم سب نے مل کر کرنا ہے، مسائل کو مل کر حل کرنا ہے اور کسی کو گھبرانے کی ضرورت نہیں

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم ایک ایسی خاتون پروفیسر اور انتظامی آفیسر ہیں جن کی تعریف ہر زبان پر کی جاتی ہے، وہ نہ صرف ایک ماہر طبیب ہیں بلکہ ایک دلیر، نڈر اور محنتی پرنسپل بھی ہیں جنہوں نے علامہ اقبال میڈیکل کالج جناح ہسپتال کو ایک ایسے چیلنجنگ ماحول میں سنبھالا جہاں کرپشن، مافیاز اور ادویات کا بحران اس ہسپتال کو نگلنے والا تھا مگر ان کی بے باکی، ایمانداری اور مریضوں کے لیے درد دل نے اس ادارے کو نئی جہت دے دی ہے۔ ان کا شمار ایماندار افسران میں ہوتا ہے اور آج جب ہم ان کی کارکردگی پر نظر ڈالتے ہیں تو دل سے نکلتا ہے کہ یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے ہاؤس جاب کے سادہ دنوں سے لے کر پرنسپل کے عہدے تک کا سفر طے کرتے ہوئے ثابت کیا کہ عزم اور محنت سے کوئی بھی چیلنج حل کیا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال میڈیکل کالج جناح ہسپتال سے ہی ہاؤس جاب کرنے والی ڈاکٹر طیبہ وسیم کو شاید خود بھی علم نہ تھا کہ ایک دن یہی ادارہ ان کی قیادت میں نہ صرف لاہور بلکہ پورے پنجاب کا ماڈل ہسپتال بن جائے گا، مگر وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی دور اندیش قیادت نے جب محکمہ صحت کو ہدایت کی کہ جناح ہسپتال کو ماڈل آف دی آرٹ ہسپتال بنانا ہے جہاں صرف عوام کا راج ہو اور یہاں پر فرض شناس آفیسر تعینات کیے جائیں تو محکمہ صحت نے سروسز ہسپتال میں کام کرنے والی محب وطن، محنتی، مریضوں کے لیے درد دل رکھنے والی اور دلیر پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کا انتخاب کیا جو کہ ان کی صلاحیتوں اور خلوص کی بہترین دلیل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے بطور پرنسپل علامہ اقبال میڈیکل کالج جناح ہسپتال میں ایسے حالات میں جوائن کیا جب ہسپتال میں ادویات کا شدید بحران تھا، متعدد افسران تبدیل ہو چکے تھے، کچھ سیاست کی نظر ہو گئے تھے اور کچھ مافیاز کی زد میں آ کر لمبی رخصت پر مجبور ہو گئے تھے، فیکلٹی ممبران میں خوف طاری تھا کہ کہیں وہ بھی مافیاز کی زد میں نہ آ جائیں مگر یہ دلیر اور نڈر پرنسپل آتے ہی ایکشن میں آ گئیں۔ انہوں نے فوری طور پر اکیڈمک کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کیا اور تمام فیکلٹی ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "تمام فیکلٹی ممبر میری فیملی کی طرح ہیں"۔ انہوں نے وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے واضح کیا کہ جناح ہسپتال میں آنے والا ہر مریض ہماری فیملی کا فرد ہے، اس کا علاج معالجہ ہم سب نے مل کر کرنا ہے، مسائل کو مل کر حل کرنا ہے اور کسی کو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں وزیر صحت اور سیکریٹری صحت کی بھرپور سپورٹ حاصل ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم سب کو وزیراعلیٰ پنجاب کے نقش قدم پر چلنا ہے، مافیاز کا مل کر مقابلہ کرنا ہے اور ہسپتال کو کرپشن سے پاک کرنا ہے۔ یہ الفاظ نہ صرف فیکلٹی میں اعتماد پیدا کرنے والے تھے بلکہ انہوں نے پورے ادارے میں ایک نئی روح پھونک دی، یوں ان کا سفر جناح ہسپتال میں قلیل عرصے کے بعد شروع ہوا اور آج یہ سفر سنہرے الفاظ میں لکھا جا رہا ہے۔

آج پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے جناح ہسپتال کے جو بولڈ اقدامات اٹھائے ہیں ان کا نام تاریخ کے سنہرے صفحات میں درج ہوگا کیونکہ انہوں نے محض چند مہینوں میں ری ویمپنگ کا کام مکمل کروا کر مریضوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کر دیں۔ ڈاکٹر صاحبہ روزانہ کی بنیاد پر تمام وارڈز کا دورہ کرتی ہیں، مریضوں کے مسائل کو خود سنتی ہیں اور موقع پر حل کرتی ہیں، میڈیکل وارڈز میں بہترین اور معیاری ادویات فراہم کی گئیں، سرجیکل وارڈز کے تمام یونٹوں کا دورہ کیا اور موقع پر ہدایات جاری کیں کہ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جناح ہسپتال میں ہر آنے والا مریض ہمارے لیے وی آئی پی ہے۔ ان کی قیادت میں ایمرجنسی میں عرصہ دراز سے بند آپریشن تھیٹر کی تزئین و آرائش کا کام فوری مکمل کروایا گیا اور وہ چند دنوں میں مکمل طور پر فعال ہو گئے۔ ڈاکٹر طیبہ وسیم اور ان کی ٹیم کی انتھک محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ سات سال بعد ہیلتھ کیئر کمیشن نے جناح ہسپتال کو لائسنس جاری کر دیا جو کہ ان کی انتظامی صلاحیتوں اور مریضوں کی بہتر نگہداشت کی واضح دلیل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم ایک ایسی انتظامی آفیسر ہیں جن کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں مگر وہ ہمیشہ صرف مریضوں کی بات کرتی ہیں، دن رات ان کی خدمت میں حاضر رہتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے خصوصی ہدایت جاری کی کہ جناح ہسپتال میں کڈنی ٹرانسپلانٹ کی بندش کو فوری طور پر حل کیا جائے تو پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال کے ساتھ مل کر دوبارہ کڈنی ٹرانسپلانٹ شروع کروا دیے جو کہ ہزاروں مریضوں کے لیے زندگی کی نئی کرن بن گئے۔

پرنسپل علامہ اقبال میڈیکل کالج و جناح ہسپتال پروفیسر طیبہ وسیم اور پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ یورالوجسٹ و رینل ٹرانسپلانٹ یونٹ کی کاوشوں کی بدولت وزیر صحت خواجہ سلمان رفیق اور سیکرٹری صحت عظمت محمود صاحب کی خصوصی کوششوں اور کی بدولت وزیراعلیٰ مریم نواز شریف نے رینل ٹرانسپلانٹ یونٹ کے لئے مانگی گئی 40 سیٹیں منظور کر لی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سیکرٹری صحت صاحب نے مریم نواز شریف کی ویژن کے مطابق ٹرانسپلانٹ یونٹ بنانے کے لئے ADP سکیم بھی منظور کر لی ہے جس کی بدولت ٹرانسپلانٹ یونٹ کو جدید ترین انڈوسکوپی مشینری مل جائیں گے جس سے عام مریضوں کا جدید طریقوں سے علاج ممکن ہوگا جس میں سرجری اور کٹ لگانے کی ضرورت پیش نہیں ہوتی۔ پروفیسر نوید کے مطابق یہ پنجاب کا واحد ہسپتال ہے جہاں ٹرانسپلانٹ یونٹ کا کام ہو رہا تھا کافی عرصے سے اور یہ وقت کا تقاضا بھی ہے جس کی بدولت پنجاب سمیت پورے پاکستان میں گردے کے مریضوں بہترین جدید طرز رینل ٹرانسپلانٹ کا علاج ممکن ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لئے محترمہ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف، وزیر صحت خواجہ سلمان رفیق، سیکرٹری صحت عظمت محمود اور پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کاوشوں کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ یہ مریم نواز شریف کی دور اندیش قیادت ہے کہ جس کی بدولت پنجاب میں تمام قسم کی بیماریوں کے مریضوں کو ایک ہی ہسپتال میں علاج ممکن ہو سکے گا۔

بارہ مارچ کو جب دنیا بھر میں کڈنی کے عالمی دن کے موقع پر مختلف پروگراموں کا انعقاد کیا جا رہا تھا تو علامہ اقبال

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم: جناح ہسپتال کی دلیر اور نڈر پرنسپل جو کرپشن کے خلاف ڈٹ کر کھڑی ہوئیں اور عوام کی صحت کو ماڈل آف دی آرٹ بنانے میں انقلاب برپا کر دیا

میڈیکل کالج لاہور میں بھی ایک بڑے پیمانے پر آگاہی واک کا اہتمام کیا گیا جس کی قیادت خود پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے کی۔ واک کا اہتمام پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ یورالوجسٹ جناح ہسپتال کی زیر اہتمام کیا گیا۔ یہ واک نہ صرف ایک سادہ تقریب تھی بلکہ یہ ایک ایسا اقدام تھا جس نے گردے کی دائمی بیماری کے بارے میں عوام میں شعور اجاگر کرنے کا کام کیا اور اس میں پرنسپل ڈاکٹر طیبہ وسیم کی دلیر قیادت نے اسے کامیاب بنایا۔ اس واک کے انعقاد سے نہ صرف طبی عملہ اور طلبہ بلکہ شہریوں کی بڑی تعداد نے بھی شرکت کی، جس سے یہ پیغام واضح طور پر پہنچا کہ گردے کی بیماریوں سے بچاؤ ممکن ہے اگر بروقت آگاہی اور احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔

یہ منظر دیکھ کر یہ بات واضح ہوگئی کہ پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم ایک ایسے پرنسپل ہیں جو نہ صرف انتظامی کاموں میں ماہر ہیں بلکہ عوامی آگاہی کے پروگراموں کو بھی اپنی ذاتی نگرانی میں کامیاب بناتی ہیں۔ شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے علامہ اقبال میڈیکل کالج کی پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے کہا کہ صحت مند طرز زندگی، باقاعدگی سے چہل قدمی،

صحت مند وزن کو برقرار رکھنا اور چکنائی والی غذاؤں سے پرہیز پاکستان میں گردے کی دائمی بیماری یعنی سی کے ڈی اور میٹابولک سنڈروم کے خطرے کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ ان کے اس خطاب میں نہ صرف طبی حقائق بیان کیے گئے بلکہ ایک دلیر خاتون لیڈر کی طرح انہوں نے عوام کو عملی اقدامات کی طرف راغب کیا جو ان کی نڈر شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ دیگر مقررین نے بھی گردے کی دائمی بیماری سے وابستہ اہم خطرے والے عوامل پر روشنی ڈالی اور یہ بات واضح کی کہ پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی قیادت میں یہ واک ایک ایسا پلیٹ فارم بن گیا جہاں طبی ماہرین نے مل کر ایک بڑا پیغام دیا۔ اس واک کا بنیادی مقصد گردے کی بیماری کے بارے میں آگاہی پھیلانا اور اس بیماری میں مبتلا افراد کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا تھا جسے پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے اپنی انتظامی مہارت سے کامیاب بنایا۔ گوہر اعجاز ٹرسٹ اور جناب گوہر اعجاز کی ٹیم نے بھی اس نیک مقصد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی قیادت نہ صرف ادارے کے اندر بلکہ باہر کی تنظیموں کو بھی متاثر کرتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال، جو علامہ اقبال میڈیکل کالج اور جناح ہسپتال لاہور کے شعبہ یورولوجی کے سربراہ (HOD) اور ایک ممتاز گردے کی پیوند کاری کے ماہر سرجن ہیں، نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے گردے کے فیل ہونے اور ڈائیلاسز کی ضرورت پڑنے کی بنیادی وجوہات پر روشنی ڈالی، انہوں نے بتایا کہ پاکستان میں ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر، غیر صحت مند غذائی عادات، پانی کی کمی، نمکیات اور چکنائی کا زیادہ استعمال، ادویات کا بے جا استعمال اور ماحولیاتی آلودگی جیسی وجوہات گردے کی دائمی بیماری (CKD) کو تیزی سے بڑھا رہی ہیں جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ اینڈ سٹیج رینل ڈیزیز کا شکار ہو کر ڈائیلاسز پر انحصار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، انہوں نے زور دیا کہ اگر ابتدائی مراحل میں طرز زندگی میں تبدیلیاں لائی جائیں، باقاعدگی سے چیک اپ کروایا جائے اور صحت مند عادات اپنائی جائیں تو اس سنگین بیماری سے بچا جا سکتا ہے اور ڈائیلاسز کی ضرورت کو کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال نے اپنی تقریر میں جناح ہسپتال لاہور میں اپنے زیر نگرانی انجام پانے والے کامیاب گردے کی پیوند کاری (کڈنی ٹرانسپلانٹ) کے آپریشنز کے بارے میں بھی حاضرین اور دیگر مقررین کو تفصیل سے آگاہ کیا، انہوں نے بتایا کہ ان کی ٹیم نے متعدد پیچیدہ کیسز کو کامیابی سے سنبھالا ہے جہاں مریضوں کو مفت یا انتہائی کم خرچ میں جدید ترین سرجریاں فراہم کی گئیں، خاص طور پر پنجاب حکومت کے مفت ٹرانسپلانٹ پروگرام کے تحت جہاں غریب مریض بھی عالمی معیار کی سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں اور یہ آپریشنز نہ صرف مریضوں کی زندگیاں بچا رہے ہیں بلکہ خاندانوں پر مالی بوجھ بھی کم کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی تقریر میں وزیر اعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز شریف، وزیر صحت خواجہ سلمان رفیق اور سیکرٹری صحت سے خصوصی درخواست کی کہ جناح ہسپتال میں کڈنی ٹرانسپلانٹ وارڈ کو جلد از جلد جدید ترین انداز میں تعمیر اور اپ گریڈ کیا جائے تاکہ لاہور کے علاوہ دور دراز علاقوں سے آنے والے مریضوں کو سفر کی مشکلات، رہائش اور دیگر مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ بروقت اور بہترین علاج حاصل کرسکیں، انہوں نے کہا کہ اس طرح کے جدید وارڈ کی تعمیر سے صوبے بھر کے ہزاروں مریضوں کو فائدہ پہنچے گا اور گردے کی پیوند کاری کی سہولیات کو مزید موثر اور قابل رسائی بنایا جا سکے گا۔ پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال نے اپنے خطاب کے اختتام پر اپنے جذبہ خدمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری خدمات ہمیشہ حکومت کے لیے اور خاص طور پر مریضوں کی خدمت کے لیے ہر وقت موجود ہیں اور حاضر ہیں، وہ ایک دردمند، ایماندار اور مریض دوست ڈاکٹر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جو نہ صرف سرجری کی مہارت رکھتے ہیں بلکہ مریضوں کی نفسیاتی اور سماجی مشکلات کو بھی سمجھتے اور ان کا حل تلاش کرتے ہیں، ان کی یہ تقریر نہ صرف آگاہی کا ذریعہ بنی بلکہ ان کی قیادت اور لگن کو بھی ایک بار پھر اجاگر کیا جس سے طبی برادری اور عوام دونوں میں امید اور اعتماد پیدا ہوا کہ جناح ہسپتال جیسے سرکاری ادارے میں بھی اعلیٰ معیار کی طبی سہولیات دستیاب ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر نوید اقبال جیسے ماہرین کی موجودگی میں مستقبل میں گردے کی بیماریوں سے نمٹنے میں مزید بہتری آئے گی۔

ہم سب کو وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کے نقش قدم پر چلنا ہے، مافیاز کا مل کر مقابلہ کرنا ہے اور ہسپتال کو کرپشن سے پاک کرنا ہے

لاہور کے جناح اسپتال میں گردے کی پیوند کاری کا کامیاب آپریشن ایک اور ایسا سنگ میل ہے جس نے پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی کارکردگی کو نئی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ ڈیرہ غازی خان کے تئیس سالہ مریض عرفان کو اس کی خالہ نے گردہ عطیہ کیا اور یہ آپریشن نہایت کامیابی سے انجام پایا۔ وزیر صحت پنجاب خواجہ سلمان رفیق نے اس کامیاب آپریشن پر ڈاکٹرز کو مبارکباد دیتے ہوئے خاص طور پر پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم اور ان کی ٹیم کو شاباش کہا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں اسپیشل انیشی ایٹو فار ٹرانسپلانٹ پروگرام کے تحت مریضوں کی مفت سرجریز کی جا رہی ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی قیادت میں یہ کام نہایت کامیابی سے ہو رہا ہے۔ خواجہ سلمان رفیق نے مزید کہا کہ پنجاب حکومت صوبے میں شہریوں کو صحت کی بہترین سہولیات فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہے اور پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم جیسے دلیر

پرنسپل اس مشن میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ رواں سال کا پہلا کامیاب گردے کی پیوند کاری کا آپریشن تھا جس کے بعد مریض اور ڈونر دونوں تیزی سے صحتیاب ہو رہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی ٹیم کی یہ کامیابی ان کی انتظامی اور طبی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ ایک خاتون پروفیسر ہونے کے باوجود ایسے پیچیدہ آپریشنز کی نگرانی کرتی ہیں اور اپنی نڈر شخصیت سے ٹیم کو حوصلہ دیتی ہیں۔ اس آپریشن کی کامیابی سے نہ صرف ایک خاندان خوش ہے بلکہ پورے صوبے میں ایک امید کی کرن جاگی ہے کہ اب گردے کی بیماری کے مریض مفت اور جدید علاج حاصل کر سکتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی یہ کارکردگی ان کی تمام تر خدمات کا تسلسل ہے جو انہیں ایک بہترین لیڈر ثابت کرتی ہے۔

جناح ہسپتال لاہور ڈرماٹو سرجری تھیٹر، نئے سرے سے تیار شدہ آڈیٹوریم، CO2 اور Excimer لیزر مشینوں کا افتتاح سات مارچ دو ہزار چھبیس کو ایک یادگار تقریب میں ہوا جس میں ڈرمیٹولوجی ڈیپارٹمنٹ نے اپنے نئے قائم کردہ ڈرماٹو سرجری تھیٹر اور نئے بنائے گئے ڈیپارٹمنٹل آڈیٹوریم کے افتتاح کو شاندار انداز میں منایا۔ تقریب کا آغاز ڈاکٹر رفعت کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور پھر شعبہ کی تاریخ، کامیابیوں اور جلد کی دیکھ بھال، تعلیم اور تحقیق کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے مسلسل عزم پر ایک جائزہ پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں پرنسپل علامہ اقبال میڈیکل کالج جناح ہسپتال لاہور پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی موجودگی کا خصوصی اہتمام کیا گیا جن کی تعلیمی اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لیے تعاون اور حوصلہ افزائی کا دل سے اعتراف کیا گیا۔ پروفیسر ڈاکٹر لیمیس کی بصیرت انگیز قیادت اور PNOV کے شعبہ کے کامیاب ادارے بشمول لیریشن کے شعبہ میں بے شمار تعاون کے لیے بھی تعریف کی گئی۔ تقریب کی ایک اہم خصوصیت طارق رشید کے اعزاز میں ڈرماٹو سرجری تھیٹر کا وقف کرنا تھا جس میں ڈرمیٹالوجی میں ان کی گرانقدر خدمات اور تدریس و کلینیکل پریکٹس میں ان کی دیرپا میراث کو سراہا گیا۔ نیا تھیٹر مریضوں کی جدید نگہداشت فراہم کرنے، رہائشیوں کے لیے تربیت کے مواقع بڑھانے اور متحرک تعلیمی ماحول کو فروغ دینے کا عظیم عزم ہے۔ نئے آڈیٹوریم کو محمد جہانگیر کے اعزاز میں وقف کیا گیا جو اب تعلیمی سیشنوں، کانفرنسوں اور محکمانہ تقریبات کے لیے جدید جگہ فراہم کر رہا ہے۔ تقریب کے بعد ڈرمیٹولوجی یونٹ II میں CO2 اور Excimer لیزر مشینوں کا افتتاح پروفیسر نادیہ علی اظفر کی کوششوں سے ہوا جن کی جدید لیزر ٹیکنالوجیز نے کیلوڈز، ایکنی کے نشانات اور وٹیلگو جیسے حالات کے علاج میں انقلاب برپا کر دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ پرائیویٹ سیٹ اپ میں یہ طریقے مہنگے ہیں مگر وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کے ویژن اور خواجہ کی رہنمائی کے مطابق یہاں یہ خدمات مفت فراہم کی جائیں گی۔ انہوں نے ذاتی زندگی میں سیکھنے، کمانے اور واپسی کی اہمیت پر بھی زور دیا۔

کلینکو پیتھولوجیکل کانفرنس (سی پی سی) پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کی سربراہی میں منعقد ہوئی جس میں انچارج سی پی سی پروفیسر منیزہ ناطق کے ساتھ مل کر انہوں نے سیشن کو زبردست علمی قدر دی۔ پرنسپل کی باوقار موجودگی نے فیکلٹی ممبران اور انڈر گریجویٹ طلباء میں حوصلہ افزائی کا نیا جوش پیدا کیا۔ دو اہم کیسز پیش کیے گئے جن میں ڈرمیٹولوجی یونٹ 2 کا نیورو فائبرومیٹوسس کیس پروفیسر نادیہ علی اظفر کے زیر بحث اور گائنی یونٹ 1 کا او ایچ وی آئی آر اے سنڈروم andHemivaginaObstructed (AnomalyRenalIpsilateral) پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کے زیر بحث آیا۔ دونوں کیسز نے طلباء اور فیکلٹی میں گہری دلچسپی پیدا کی اور بین الضابطہ گفتگو کو فروغ دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر طیبہ وسیم کا ایک نیا تعلیمی اقدام گرینڈ راؤنڈز کا تعارف ہے جس کے افتتاحی سیشن میں پروفیسر آفتاب محسن نے ''اچھے معالج کیسے بنیں'' پر متاثر کن خطاب کیا۔ اس سیشن میں کلینیکل ایکسی لینس کے بنیادی اصولوں پر زور دیا گیا جن میں مکمل تاریخ، جسمانی معائنہ، تنقیدی تجزیہ، شواہد پر مبنی فیصلہ سازی اور مریضوں کے ساتھ شراکت داری شامل تھی۔ یہ پروگرام پروفیسر منیزہ ناطق نے پروفیسر طیبہ وسیم کی متحرک قیادت میں منظم کیا اور طلباء نے بھرپور شرکت کی۔ اختتامی کلمات میں پرنسپل نے طلباء کو سخت محنت، نظم و ضبط اور زندگی بھر سیکھنے کی ترغیب دی۔

☆......☆

(بقیہ: فیلڈ مارشل کا دورہ سعودی عرب)

اور اس معاہدے نے پاکستان کی دفاعی صلاحیت کو ایک نئی جہت عطا کی ہے، جس میں سعودی عرب کی سرزمین کی حفاظت کو پاکستان کی اپنی سرحدوں کی حفاظت کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ جنگ طول پکڑتی ہے تو پاکستان کے لیے کوئی واضح پوزیشن لینا ضروری ہو جائے گا اور یہ چیلنج پاکستان کے لیے آسان نہیں ہوگا کیونکہ پاکستان کی انرجی سکیورٹی اس صورتحال میں داؤ پر لگ سکتی ہے ہماری بہت سی توانائی کی ضروریات ایران سے پوری ہوتی ہیں تو بہت سی ضروریات سعودی عرب سے اور یہ ایک بڑا اسٹریٹجک چیلنج ہے جو کہ پاکستان کی معیشت، دفاعی پالیسی اور علاقائی تعلقات کو متاثر کرسکتا ہے، ہماری فوج ایک طرف افغانستان کے حوالے سے دہشت گردی سے نمٹنے میں مصروف ہے دوسری طرف ہمارا دفاعی معاہدہ سعودی عرب کے ساتھ ہے ہم بورڈ آف پیس میں بھی مصروف ہیں تو فوج کی مختلف محاذوں پر توجہ ہونے سمیت دیگر مسائل پاکستان کو درپیش آسکتے ہیں جو کہ ایک ایسے ملک کے لیے جو کہ متعدد چیلنجز سے گھرا ہوا ہے انتہائی پیچیدہ صورتحال پیدا کرسکتا ہے۔

دوسری جانب صحافی اور اینکر پرسن عاصمہ شیرازی کا کہنا ہے کہ ابھی تک تو پاکستان نے اپنے آپ کو ایک نیوٹرل سٹیٹ کے طور پر رکھا ہے جو کہ ایک کامیاب پالیسی ہے اور یو اے ای پر حملہ ہو یا ایران پر پاکستان نے دونوں کی مذمت کی ہے اس سارے تناظر میں اب تک پاکستان کی ایک متوازن خارجہ پالیسی نظر آتی ہے لیکن اس میں آگے چیلنجز ہیں یہ ایک طرح سے پاکستان کے لیے پل صراط ہے جسے پاکستان نے عبور کرنا ہے یوں سمجھیں کہ ایک باریک سی لکیر پر پاکستان کو چلنا ہے جس کے دونوں طرف کھائی ہے اور یہ توازن برقرار رکھنا نہ صرف سفارتی مہارت کا تقاضا کرتا ہے بلکہ پاکستان کی داخلی استحکام اور معاشی بحالی کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

سابق سفیر اعزاز چوہدری نے تحریری جواب میں کہا کہ پاکستان کے سعودی عرب کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں جبکہ ایران ایک ہمسایہ ملک ہے جس کی گہری ثقافتی چھاپ ہے جیسا کہ پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ کے بیان میں اشارہ کیا گیا ہے پاکستان دونوں ممالک کے درمیان امن قائم کرنے میں سہولت فراہم کررہا ہے اور پاکستان ایران سے کہہ رہا ہے کہ وہ سعودی عرب پر حملہ نہ کرے اور سعودی عرب سے یہ یقین دہانی حاصل کررہا ہے کہ اس کی زمین ایران کے خلاف حملوں کے لیے استعمال نہیں ہوگی یہ ایک قابل تعریف کردار ہے جو پاکستان ادا کررہا ہے کیونکہ وہ دونوں ممالک کا دوست ہے اور یہی وہ کام ہے جو واقعی دوستانہ ممالک کرتے ہیں جو کہ خطے میں امن کی بنیاد رکھتے ہیں۔

پاکستان کی معاشی صورتحال مسلسل مختلف حملوں کا شکار ہے تو ہماری معیشت ہمارے دفاعی تقاضوں کو ڈیفائن کرتی نظر آرہی ہے تو بہتر تو یہی ہوگا کہ پاکستان توازن کے ساتھ پالیسی چلائے لیکن بظاہر نظر آرہا ہے کہ ایسا کرنا مشکل ہوجائے گا اگر اسی طرح یو اے ای پر ایران کے حملے چلتے رہے صرف پاکستان کی معیشت اسے ایک طرف جھکنے پر مجبور کرسکتی ہے تاہم ایسا ہونا نہیں چاہیے پاکستان کے لیے سعودی عرب اور ایران دونوں ہی اہم ہیں اندرونی امن و امان استحکام اور پاکستان میں موجود فرقہ واریت کے آتش فشاں سے بچنے کے لیے بھی اگر پاکستان اس توازن کو برقرار رکھ پایا تو بہتر ہوگا لیکن پاکستان کو صرف پاکستان کی معیشت ہی مجبور کرسکتی ہے تاہم پاکستان کو اپنی صورتحال دوست ممالک کے سامنے رکھنی چاہیے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان ایران اور سعودی عرب دونوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ دونوں اس کے اسٹریٹجک اور معاشی مفادات کا حصہ ہیں۔

سعودی عرب کو اسرائیل کے مقاصد کا بخوبی علم ہے اور بظاہر امکان نہیں کہ سعودی عرب اس کو جانتے ہوئے کوئی انتہائی قدم اٹھائے گا کیونکہ سعودی عرب کی پالیسی ہمیشہ سے علاقائی استحکام اور امن کی طرف رہی ہے اور پاکستان ہر قیمت پر سعودی عرب کے ساتھ کھڑا ہوگا کیونکہ سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان کا ایک اہم دفاعی معاہدہ بھی ہے اس صورتحال میں پاکستان کے پاس کیا آپشنز ہیں تجزیہ کار قمر چیمہ کے مطابق صورتحال میں پاکستان کا موقف بہت واضح ہے قمر چیمہ پاکستان کے دو کشتیوں کے سوار ہونے کے خیال سے متفق نہیں ان کے مطابق پاکستان کسی ایک طرف نہیں جھکے گا پاکستان جس جانب جھکے گا اس میں یا تو بین الاقوامی قوانین ہوں گے یا معاہدے ہوں گے تو یہی بات موجودہ صورتحال میں نظر آتی ہے ایران کے ساتھ پاکستان نے دوستی تو نبھائی لیکن جب معاملہ آتا ہے سعودی عرب کا تو ہمارا اس کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ ہے پاکستان ہر قیمت پر سعودی عرب کے ساتھ کھڑا ہوگا۔

ابھی تک امریکہ کے فوجی اڈوں کے تناظر میں سعودی عرب پر حملہ ہوا تاہم اگر سعودی عرب کی سرزمین پر حملہ ہوتا ہے سعودی عرب کی پراپرٹی انفراسٹرکچر پر حملہ ہوتا ہے اور سعودی حکومت کہتی ہے کہ حملہ کرنا ہے تو پاکستان کسی صورت اپنے معاہدے سے پیچھے نہیں ہٹے گا ان کے مطابق ایران سمیت تمام دنیا کو پتا ہے کہ پاکستان نے سعودی عرب کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا ہوا ہے تو وہ کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایران نے سعودی عرب میں موجود فوجی اڈوں پر بہت کم حملے کیے کیونکہ ایران کو پہلے ہی متنبہ کردیا گیا تھا کہ یہ چیز آپ کے لیے اچھی نہیں ہوسکتی کیونکہ سعودی عرب کو نقصان پہنچانے کی صورت میں ہمیں معاہدے کے تحت کسی بھی وقت اس جنگ میں کودنا پڑے گا اور یہ ایک ایسا اسٹریٹجک پیغام ہے جو کہ ایران کو سوچنے پر مجبور کررہا ہے۔

سابق سفیر آصف درانی نے واضح کیا کہ ایران اور امریکہ اسرائیل جنگ صرف پاکستان کے لیے چیلنجنگ نہیں بلکہ خلیجی ممالک مشرق وسطی سینٹرل ایشیا جنوبی ایشیا سب متاثر ہورہے ہیں ان کے مطابق ایران کی صورتحال کے تناظر میں پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان معاہدے میں حقیقت پسندانہ سوچ کی ضرورت ہے ہم سعودی عرب کے ساتھ کھڑے ہیں اور ایران سعودی عرب کا دشمن نہیں ہے یاد رہے کہ مارچ 2023 میں چین کی ثالثی میں ایران اور سعودی عرب کے درمیان سفارتی تعلقات بحال ہو گئے تھے سنہ 2023 میں تعلقات کی بحالی کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان وفود کی سطح پر بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہا تھا مئی میں اسرائیل اور امریکہ کے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملوں کی بھی سعودی عرب نے کھل کر مذمت کی تھی۔

سابق سفیر آصف درانی کے مطابق اصل مسئلہ امریکہ اور اس کے اڈے ہیں جو استعمال ہورہے ہیں جبکہ اسرائیل استحصال کر رہا ہے اور اس بات میں بھی ہمیں حیرانی نہیں ہوگی کہ ایران اور سعودی عرب یا ایران اور یو اے ای یا ایران اور عمان کو لڑانے کے لیے اس نے خود شرارتیں کی ہوں جیسے کہ پائپ لائن یا ہوٹل پر حملہ کرنا انھوں نے کہا کہ پاکستان نے سکیورٹی کونسل میں بھی اس معاملے کو اٹھایا ہے اور خدشات کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس معاملے میں ایسی شرائط نہ رکھی جائیں جو ناقابل قبول ہوں سعودی عرب کے ساتھ ہمارا معاہدہ موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیل نے جب دوحہ پر حملہ کیا تھا تو اس کے کچھ عرصے بعد ہی پاکستان کا معاہدہ ہوا ہے اس سے قبل ایران اور سعودی عرب کا چین کی ثالثی میں تعلقات میں بہتری آئی تھی سعودی عرب کا ردعمل ہم سب نے دیکھا کہ جس پس منظر میں ایران نے حملہ کیا امریکن فوجی اڈوں پر وہ موقف اہم ہے۔

اس طرح یہ پوری صورتحال پاکستان کے لیے ایک اسٹریٹجک امتحان ہے جو کہ اس کی خارجہ پالیسی کی پختگی، دفاعی حکمت عملی کی گہرائی اور علاقائی سفارت کاری کی مہارت کو جانچ رہا ہے اور اگر پاکستان اس امتحان میں کامیاب ہوا تو نہ صرف اس کی علاقائی حیثیت مزید مضبوط ہوگی بلکہ پورے خطے میں امن کی ایک نئی بنیاد بھی رکھی جائے گی جہاں برادر ملک ایران سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تنازعات کو پرامن حل کی طرف لے جائے اور سعودی عرب کے ساتھ پاکستان کا دفاعی معاہدہ ایک ایسا سہارا بنے جو کہ استحکام کی ضمانت دے، یہ ایک طویل اور پیچیدہ عمل ہے جو کہ صبر، حکمت اور اسٹریٹجک سوچ کا تقاضا کرتا ہے اور پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس نے ہمیشہ ایسے چیلنجز کا سامنا کیا ہے اور ان سے نکل کر ایک مضبوط اور خودمختار قوم کے طور پر ابھرا ہے، اس لیے امید کی جاسکتی ہے کہ موجودہ بحران بھی پاکستان کی سفارتی مہارت سے حل ہوگا اور خطے میں ایک نیا امن قائم ہوگا جو کہ تمام ممالک کے مفاد میں ہوگا۔

(بقیہ: نہال ہاشمی گورنر سندھ تقرری)

تاہم تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ ایم کیو ایم کی موجودہ کمزوری اسے ایسا قدم اٹھانے سے روکے گی۔ کراچی کی مقامی سیاست میں ایم کیو ایم کی جڑیں اب بھی مضبوط ہیں لیکن قومی سطح پر اس کا اثر کم ہوگیا ہے۔ نہال ہاشمی کی تقرری سے سندھ کے مسائل جیسے کراچی کا انتظامی کنٹرول، قانون و نظم کی صورتحال اور ترقیاتی منصوبے متاثر ہوسکتے ہیں۔ کامران ٹیسوری کے دور میں گورنر ہاؤس نے فعال کردار ادا کیا تھا۔ اب نہال ہاشمی کو انہی کاموں کو جاری رکھنے کی ذمہ داری مل گئی ہے۔

اس تبدیلی کی وجوہات کو اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو پی پی پی کی صوبائی حکومت کی بے چینی نمایاں ہوتی ہے۔ کامران ٹیسوری کا ایکٹوزم پی پی پی کو پسند نہیں تھا۔ وہ گورنر ہاؤس کو ایم کیو ایم کا مرکز سمجھتی تھی۔ گل پلازہ واقعے کے بعد نیا صوبہ بنانے کی تجاویز نے قوم پرستوں اور پی پی پی کو ایک جہت پر لا کھڑا کیا۔ صدر زرداری کی دلچسپی نے فیصلہ تیز کردیا۔ یہ سب کچھ وفاقی اور صوبائی تعلقات کی ایک مثال ہے جہاں ذاتی رشتے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نہال ہاشمی کی پرانی ویڈیو اور سزا کے باوجود ان کی واپسی مسلم لیگ ن کی طاقت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اب قانون و انصاف کے تجربے کے ساتھ سندھ کے گورنر ہاؤس میں داخل ہورہے ہیں۔

ایم کیو ایم کی دھمکی پر عمل نہ کرنے کی ممکنہ وجوہات بھی متعدد ہیں۔ جماعت کے اندر تقسیم ہے۔ کچھ رہنما سخت موقف چاہتے ہیں تو کچھ احتیاط۔ وفاقی حکومت کی طرف سے یقین دہانیاں دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی کی ملاقات میں عدم شرکت بھی ایک اشارہ ہے۔ فاروق ستار کا بیان ذاتی دوستی کا بھی نتیجہ ہوسکتا ہے۔ ماضی کی مثالوں سے ثابت ہے کہ ایم کیو ایم نے اکثر بیانات دیے لیکن حکومت نہیں چھوڑی۔ یہ اس کی سیاسی حکمت عملی ہے۔ سندھ کی معاشی صورتحال، کراچی کا شہری بحران، لاقانونیت اور ترقی کے مسائل اس نئے گورنر کے لیے بڑے چیلنج ہیں۔ نہال ہاشمی کو ان مسائل سے نمٹنے کے لیے پی پی پی کی صوبائی حکومت کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنی ہوگی۔ ان کا تجربہ اور نواز شریف سے قربت انہیں وفاقی حمایت بھی دلائے گی۔ تاہم ایم کیو ایم کی ناراضی اگر بڑھی تو کراچی میں احتجاج دیکھنے کو مل سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ پاکستان کی جمہوریت کی پختگی کی جانچ ہے۔

اس تقرری کے بعد سیاسی منظرنامہ تبدیل ہونے والا ہے۔ پی پی پی خوش ہے مسلم لیگ ن مطمئن ہے اور ایم کیو ایم سوچ میں ہے۔ نہال ہاشمی کی شخصیت جو جذباتی ہونے کے باوجود وفادار ہے اب سندھ کی خدمت میں لگے گی۔ کامران ٹیسوری کا احسن طریقے سے الوداع کہنا بھی ایک اچھی مثال ہے۔ پاکستان کی سیاست میں ایسے تبدیلیاں معمول ہیں لیکن ان کے پیچھے وجوہات کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ فیصلہ صرف ایک شخص کی تقرری نہیں بلکہ اتحادوں کی نئی تشکیل کا آغاز بھی ہے۔ پی پی پی کا سمجھوتہ یاد رکھیں۔ انتخابات کے بعد دو دو گورنر کا فارمولا پی پی پی اور ن لیگ کے درمیان طے ہوا۔ سندھ میں اسے نافذ کرنے کی پی پی پی کی خواہش تھی۔ بلاول بھٹو کا مبارکباد کا بیان اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ایم کیو ایم کی روایت ٹوٹ رہی ہے لیکن وہ اسے قبول کرلے گی۔ تجزیہ کاروں کی رائے ایک ہے کہ سخت فیصلہ نہیں ہوگا۔ اس تبدیلی کے معاشی اثرات بھی ہوں گے۔ کراچی پاکستان کا اقتصادی مرکز ہے۔ گورنر ہاؤس کا کردار یہاں اہم ہے۔ نئے گورنر کو سرمایہ کاری بڑھانے اور امن قائم کرنے کی ذمہ داری ملے گی۔ کامران ٹیسوری کے دور میں جو کام شروع ہوئے تھے انہیں جاری رکھنا ہوگا۔

سیاسی طور پر یہ فیصلہ مسلم لیگ ن کی سندھ میں رسوخ بڑھانے کا بھی حصہ ہے۔ نواز شریف کی پارٹی سندھ میں کمزور رہی ہے۔ نہال ہاشمی کی تقرری اسے مضبوط کرے گی۔ پی پی پی کو بھی فائدہ کیونکہ ان کا سمجھوتہ نافذ ہوا۔ ایم کیو ایم کی مستقبل کی حکمت عملی کیا ہوگی؟ شاید وہ احتجاج کرے گی لیکن حکومت نہیں چھوڑے گی۔ اس کی کمزوری اسے روکے گی۔ وفاقی یقین دہانیاں مدد کریں گی۔ یہ سب ملا کر ایک طویل کہانی بنتی ہے جو پاکستان کی سیاست کی پیچیدگیوں کو بیان کرتی ہے۔ نہال ہاشمی کی تقرری ایک چھوٹا سا واقعہ لگتا ہے لیکن اس کے اثرات دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سندھ کی سیاست کا مستقبل اس پر منحصر ہے۔ اتحادیوں کا توازن برقرار رہے گا یا نہیں یہ وقت بتائے گا۔ تاہم ابھی تک یہ فیصلہ ایک سوچا سمجھا سیاسی قدم لگتا ہے جو وفاقی حکومت کی حکمت عملی کو مضبوط کرتا ہے۔

☆......☆

(بقیہ: ملک بھر میں تعلیم کی روشنی مدھم)

عاصم حسن کہتے ہیں کہ امتحانات جاری ہیں تو چھٹی کس بات کی۔ یہ تنقیدی آوازیں حکومت کے لیے ایک آئینہ ہیں۔

اب اس پورے منظرنامے کو اگر ہم مزید کھول کر دیکھیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان کی تعلیمی تاریخ میں ایسے بحران بار بار آتے رہے ہیں۔ 2010 کا سیلاب، 2005 کا زلزلہ، 2020 کی کورونا وبا، 2022 کا سیلاب، ہر بار تعلیمی ادارے بند۔ اب 2026 کا یہ ایران اسرائیل تنازع۔ کیا حکومت نے کبھی سیکھا؟ کیا کوئی متبادل پلان تیار کیا؟ آن لائن ایجوکیشن کی بنیاد رکھی؟ نہیں۔ ہر بار بندش اور بعد میں کچھ دن کی کلاسز۔ یہ مذاق نہیں تو کیا ہے؟ طلبہ جو پہلے ہی مہنگائی، غربت اور عدم استحکام کی وجہ سے تعلیم چھوڑ رہے ہیں اب مزید پیچھے دھکیل دیے جا رہے ہیں۔ والدین جو پرائیویٹ سکولوں کی فیس ادا نہیں کر پاتے اب سرکاری سکولوں کی بندش سے بھی متاثر۔ اساتذہ جو تنخواہوں پر گزارہ کرتے ہیں ان کی زندگی متاثر۔ معاشرے کا مستقبل خطرے میں۔ اگر حکومت واقعی کفایت شعاری کرنا چاہتی ہے تو پہلے اپنے محلات، پروٹوکول، غیر ضروری تقریبات، غیر ملکی دوروں پر نظر ڈالے۔ تعلیم کو ہدف نہ بنائے۔ تعلیم قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسے توڑنے سے قوم کمزور ہو جاتی ہے۔

یہ بحران نہ صرف معاشی ہے بلکہ نفسیاتی بھی ہے۔ طلبہ گھروں میں بیٹھے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ والدین پریشان کہ بچوں کا سال ضائع نہ ہو جائے۔ اساتذہ آن لائن کلاسز کی تیاری کر رہے ہیں مگر انٹرنیٹ اور بجلی کے مسائل انہیں روک رہے ہیں۔ نجی سکولوں کے مالکان کہہ رہے ہیں کہ فیس کیسے وصول کریں جب کلاسز نہیں۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ امتحانات جاری رہیں گے مگر تیاری کیسے ہوگی؟ یہ ایک ایسا سوالیہ نشان ہے جو پورے نظام تعلیم پر اٹھتا ہے۔ اگر ہم تاریخ دیکھیں تو 1947 سے لے کر اب تک ہر حکومت نے تعلیم پر کم توجہ دی۔ بجٹ کا صرف 2 فیصد تعلیم پر۔ اب یہ بندشیں اسے مزید کمزور کر رہی ہیں۔ ایران جنگ کے تناظر میں اگر عالمی سطح پر دیکھیں تو سعودی عرب، قطر، UAE جیسے ممالک بھی متاثر ہیں مگر انہوں نے تعلیم بند نہیں کی۔ وہ متبادل راستے ڈھونڈ رہے ہیں۔ پاکستان کو بھی ایسا کرنا چاہیے تھا۔

اب اس بحران کا عالمی تناظر دیکھیں تو ایران پر اسرائیلی حملے، آیت اللہ خامنہ ای کی ہلاکت کی افواہیں، ایرانی شہریوں کی اموات، سعودی عرب وغیرہ پر حملے۔ یہ سب نے تیل کی قیمت 100 ڈالر کر دی۔ پاکستان کی معیشت جو پہلے ہی قرضوں میں ڈوبی ہے اب مزید دباؤ میں۔ وزیراعظم کا کہنا کہ تیل کی قیمتیں مزید بڑھیں گی مگر عوام پر بوجھ کم۔ مگر عوام پر بوجھ تو پڑ چکا ہے۔ پیٹرول 55 روپے مہنگا۔ اب تعلیم بند۔ یہ دوہرا حملہ ہے۔ اگر حکومت نے متبادل توانائی کے ذرائع پر توجہ دی ہوتی، سولر، ونڈ، ہائیڈل پر تو یہ بحران کم ہوتا۔ مگر اب جو ہے وہ ہے۔ حکومت کی طرف سے جو اپیل کی گئی ہے کہ ذخیرہ اندوزی نہ کریں، یہ بھی اہم ہے مگر تعلیم کی بندش سے لوگ گھروں میں بیٹھے ہیں تو کیا کریں؟ یہ ایک چکر ہے۔ آخر میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ تعلیم کو مذاق نہ بنایا جائے۔ ہر مسئلے میں بندش ضروری نہیں۔ متبادل تلاشیں۔ تعلیم کو بچائیں۔ قوم کو بچائیں۔ یہ الفاظ بار بار دہرانے چاہییں تاکہ حکومت جاگے۔

یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسیاں ہمیشہ بحران زدہ رہی ہیں۔ 1971 کے بعد سے لے کر اب تک کئی حکومتوں نے وعدے کیے مگر نتیجہ وہی۔ اب یہ 2026 کا بحران ایک نئی مثال ہے۔ ایران جنگ کا اثر، تیل کی قلت، حکومت کے اقدامات، صوبائی فیصلے، تنقیدی آوازیں، سب کچھ ایک لمبی کہانی ہے جو جاری ہے۔ اگر حکومت نے اب بھی سبق نہ سیکھا تو آنے والے برسوں میں یہ مزید بدتر ہوگا۔ طلبہ کی نسل کھو جائے گی۔ معیشت گر جائے گی۔ ترقی رک جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ تعلیم کو ترجیح دی جائے۔ بندشیں بند کی جائیں۔ آن لائن سسٹم کو مضبوط کیا جائے۔ بجٹ بڑھایا جائے۔ اساتذہ کی تربیت کی جائے۔ والدین کو سہولتیں دی جائیں۔ یہ سب کچھ اگر ہو تو پاکستان ایک تعلیم یافتہ قوم بن سکتا ہے۔ ورنہ یہ مذاق جاری رہے گا۔

☆......☆

(بقیہ: ایران)

یہ ایک ایسا نظام ہے جو نہ صرف اقتدار کو محفوظ رکھتا ہے بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی، نظریاتی اور قومی بنیاد پر کھڑا ہے۔ جو امریکہ کی سرمایہ دارانہ جمہوریت اور اسرائیل کی انتہا پسند ریاست سے کہیں زیادہ پائیدار، متحد اور برتر ہے۔ ایران کا یہ ڈھانچہ ثابت کرتا ہے کہ حقیقی طاقت افراد میں نہیں، بلکہ ایک مقدس انقلاب کی میراث، اتحاد اور یکجہتی میں ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ یہ آج بھی خطے کا سب سے مستحکم اور باوقار نظام بنا ہوا ہے۔

☆......☆

(بقیہ: جہادی سفارتکاری کا نیا باب)

کیا 'جہادی سفارتکاری' کے ذریعے پاکستان اور افغان طالبان کے درمیان کشیدگی میں کمی ممکن ہے؟

پاکستان اور افغان طالبان دونوں نے اس وفد کے کابل دورے کی سرکاری سطح پر تصدیق نہیں کی ہے۔ تاہم افغان طالبان ذرائع نے بی بی سی کو بتایا کہ ان شخصیات کی افغانستان میں طالبان حکام سے ملاقاتیں چل رہی ہیں۔ تاہم انھوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ ان ملاقاتوں کا مقصد کیا ہے۔

افغانستان میں طالبان کی عبوری حکومت کے ایک عہدیدار کے مطابق 'اس دورے کی زیادہ تشہیر نہیں کی جارہی ہے۔'

محقق و تجزیہ کار فیض اللہ خان اس وفد کے دورہ افغانستان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'یہ جہادی سفارتکاری ہوگی، کیونکہ اس بار جو لوگ گئے ہیں نہ وہ سفارتکار ہیں اور نہ سیاستدان ہیں بلکہ ان کی مکمل شناخت مذہبی عسکریت کی بنیادوں پر ہے۔' 'فضل الرحمان خلیل پاکستانی اداروں سے بھی قربت رکھتے ہیں، یہاں بھی یہ قابل اعتماد لوگ ہیں کیونکہ حرکت المجاہدین نے پاکستان میں کارروائیاں نہیں کی ہیں۔'

فیض اللہ خان نے مزید بتایا کہ 'افغان طالبان کا مولانا فضل الرحمان خلیل سے کا ایک اچھا تعلق رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کم کروانے کے لیے ان کا کردار مناسب سمجھا گیا ہو۔' 'کہا جاسکتا ہے کہ بات چیت کے لیے ایسے لوگ گئے ہیں جو 1980 کی دہائی سے افغانستان میں متحرک رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بیچ میں ڈالنا ایک سنجیدہ اقدام ہے کیونکہ یہ لوگ عسکری محاذوں پر افغان طالبان کے ساتھ رہے ہیں۔' متعدد مرتبہ افغانستان کا دورہ کرنے والے اور عسکریت پسند گروہوں پر کڑی نگاہ رکھنے والے طارق حبیب بھی سمجھتے ہیں کہ اس وفد میں شامل 'مولانا فضل الرحمان خلیل افغانستان میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں، نا صرف طالبان میں بلکہ دیگر گروہوں میں۔'

☆......☆